جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ

القران الکریم ۲:۲۵۸

النور

امان۔شہادت ۱۳۹۸ ہش
مارچ۔اپریل ۲۰۱۹ء

Sahibzadah Mirza Maghfoor Ahmad
addressing members of
Dallas and Ft Worth chapters

AHMADIYYA
MUSLIM COMMUNITY
United States of America

*Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian*

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ — البقرہ ۲۵۸

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

النور

ریاستہائے متحدہ امریکہ — Al-Nur

جلد ۴۰ — امان۔ شہادت ۱۳۹۸ہش — مئی۔ جون ۲۰۱۹ — شعبان، رمضان، شوال، ۱۴۴۰ ہجری — شمارہ ۵۔۶

---وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿﴾

۲۹ (سورۃ العنکبوت): ۳۷

---اور آخری دن کی امید رکھو اور زمین میں فسادی بن کر بدامنی نہ پھیلاؤ۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿﴾ ۸۹ (سورۃ الفجر): ۲۸ تا ۳۱

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے ربّ کی طرف لَوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔

پس میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡوَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿﴾

۳۱ (سورۃ لقمٰن): ۳۴

اے انسانو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس دن سے ڈرو جس دن نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا، نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کے بارہ میں دھوکہ باز (شیطان) ہرگز دھوکہ نہ دے سکے۔

(۷۰۰ احکامِ خداوندی صفحات ۱۱۴-۱۱۵)

نگران: ڈاکٹر مرزا مغفور احمد امیر جماعت احمدیہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ

مشیر اعلیٰ: اظہر حنیف، مبلغ انچارج، ریاستہائے متحدہ امریکہ

مینیجمنٹ بورڈ: انور خان (صدر)، سیکرٹری اشاعت (سیکرٹری)، محمد ظفر اللہ ہنجرا، سید شمشاد احمد ناصر، سیکرٹری تربیت، سیکرٹری تعلیم القرآن، سیکرٹری امور عامہ، سیکرٹری رشتہ ناتا، انچارج اردو ڈیسک، احمد مبارک، محمد اسلام بھٹی۔

مدیر اعلیٰ: امۃ الباری ناصر

مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

ادارتی معاونین: صاحبزادہ جمیل لطیف، صادق باجوہ، امتیاز راجیکی

لکھنے کا پتہ:

Al-Nur@ahmadiyya.us

Editor Al-Nur, 15000 Good Hope Road

Silver Spring, MD 20905

اس شمارے میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری قوم چار دفعہ مُردہ ہو گی اور ہم اُسے چار دفعہ زندہ کریں گے

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۞

[۲﴿سورۃ البقرہ﴾:۲۶۱]

اور (کیا تُو نے اس پر بھی غور کیا) جب ابراہیم نے کہا اے میرے ربّ مجھے دکھلا کہ تُو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اُس نے کہا کیا تو ایمان نہیں لاچکا؟ اُس نے کہا کیوں نہیں مگر اس لئے (پوچھا ہے) کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اس نے کہا تو چار پرندے پکڑ لے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے۔ پھر ان میں سے ایک ایک کو ہر پہاڑ پر چھوڑ دے۔ پھر انہیں بُلا، وہ جلدی کرتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے۔ اور جان لے کہ اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا تھا کہ آپ مُردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تم کو میری طاقتوں پر ایمان نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ایمان تو ہے وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ یہ زبان کا ایمان ہے، مَیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کرتے ہیں مگر دل کہتا ہے کہ یہ طاقت میری اولاد کی نسبت بھی استعمال ہو۔

میں چاہتا ہوں کہ یہ نشان اپنے نفس میں بھی دیکھوں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری قوم چار دفعہ مُردہ ہو گی اور ہم اُسے چار دفعہ زندہ کریں گے

چنانچہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں۔ اُن کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی اور یہ مُردہ زندہ ہوا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کی آواز بلند ہوئی۔ اور یہ مُردہ زندہ ہوا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ وہی آواز بلند ہوئی اور اس مردہ قوم کو زندگی ملی اور چوتھی بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ابراہیمی آواز پھیلی اور وہی مُردہ زندہ ہوا۔ چار دفعہ ابراہیمی نسل کو حضرت ابراہیمؑ نے آوازیں دیں اور چاروں دفعہ وہ دوڑ کر جمع ہو گئی۔

پہلا پرندہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بلایا اور اطمینان قلب حاصل کیا وہ موسوی اُمّت تھی دوسرا پرندہ عیسوی اُمت تھی۔ تیسرا پرندہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے جلالی ظہور کی حامل اور مظہر محمدی جماعت تھی۔ اور چوتھا پرندہ آپؐ کے جمالی ظہور کی مظہر جماعت احمدیہ ہے۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کو راحت پہنچائی اور آپ نے کہا کہ واقعی میرا خدا زندہ کرنے والا ہے بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ کا بھی یہ مطلب تھا کہ حضور زبان تو اقرار کرتی ہے اور مَیں ہر روز دیکھتا ہوں کہ آپ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اس کا مجھے کس طرح انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر میری اولاد ہدایت نہ پائے تو مجھے

اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس اطمینان قلب کے لئے میں نشان مانگتا ہوں۔ میری عقل و فکر، میرے ہوش و حواس اور میرا مشاہدہ کہتا ہے کہ آپ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں مگر دل کہتا ہے کہ مَیں خود کیا تعریف کروں جب تک یہ پتہ نہ لگے کہ میری اولاد میں بھی یہ نشان ظاہر ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ تمہاری اولاد کو چار دفعہ زندہ کیا جائے گا اور چار بار اُس پر خاص فضل نازل ہو گا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت۔ دوسری دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت۔ تیسری دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اور چوتھی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر خدا تعالیٰ نے اپنا خاص فضل نازل کیا۔ اور انہیں رُوحانی لحاظ سے زندہ کر دیا۔ غرض اس میں قریب اور بعید دونوں زمانوں کے لئے پیشگوئی کی گئی تھی جو اپنے اپنے وقت میں بڑی شان سے پوری ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ کا عزیز اور حکیم ہونا ظاہر ہو گیا۔ (تفسیر کبیر جلد دوم، صفحات ۶۰۲ تا ۶۰۴)

--*-*-*-*

مومن آپس میں رحم کے جذبات رکھتے ہیں

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ٞ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ---[۴۸﴿سورۃ الفتح﴾:۳۰]

محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔

(اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، خطبہ جمعہ 29/ اگست 2014ء)

یہ وہ معیار ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے دین میں، قرآن کریم میں حکم دیا ہے کہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۳۰) کہ مومن آپس میں رحم کے جذبات رکھتے ہیں اور رحم کے جذبات کی وجہ سے ایک دوسرے کے درد کو محسوس کرتے ہیں اور درد کو محسوس کر کے اس کے لئے عملی کوشش بھی کرتے ہیں اور دعائیں بھی کرتے ہیں۔ پس ہمیں جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم اس پر عمل کرنے لگ جائیں تو جتنے چھوٹے بڑے جھگڑے ہمارے ہوتے ہیں یہ سب ختم ہو جائیں۔ ذاتی اناؤں کا وہیں سوال پیدا ہوتا ہے، بُغض اور غصّہ وہیں بھڑکتا ہے جب تقویٰ نہ ہو۔ جب خدا تعالیٰ کا خوف نہ ہو۔ جب ذاتی مفادات کو دوسروں کے مفادات پر ترجیح دی جا رہی ہو۔ پس یہ تقویٰ پیدا کرنا ہر مومن کا فرض ہے۔ ہر اس شخص کا فرض ہے جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ہر اس شخص کا فرض ہے جو جلسے میں شامل ہو رہا ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا وارث بننا ہے، جلسے کی برکات سے فیض اٹھانا ہے تو تمام جھگڑوں کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، ان باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

--*-*-*-*

مہمان نوازی اور مجلس کے آداب

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍعَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم " الضِّيَافَةُ ثَلاَثَةُ أَيَّامٍ وَجَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَلاَ يَحِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتَّى يُؤْثِمَهُ " . قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَكَيْفَ يُؤْثِمُهُ قَالَ " يُقِيمُ عِنْدَهُ وَلاَ شَىْءَ لَهُ يَقْرِيهِ بِهِ " .وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي الْحَنَفِيَّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ سَمِعَتْ أُذُنَاىَ وَبَصُرَعَيْنِي وَوَعَاهُ قَلْبِي حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم . فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ وَذَكَرَ فِيهِ " وَلاَ يَحِلُّ لأَحَدِكُمْ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتَّى يُؤْثِمَهُ " . بِمِثْلِ مَا فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ .

(صحیح مسلم جلد نہم، کتاب اللقطۃ صفحہ ۱۰۳، ۱۰۲)

ابو شریح خزاعی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہمان نوازی تین دن تک ہے۔ اور اسی کی خصوصی خاطر داری ایک دن اور رات۔ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اسے گناہ گار کر دے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! وہ اسے گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا آپؐ نے فرمایا وہ اس کے پاس اتنا ٹھہرا رہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو جس سے وہ اس کی ضیافت کر سکے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو شریح خزاعی بیان کرتے ہیں میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا باقی روایت سابقہ روایت کی طرح ہے مگر اس میں (لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ کی بجائے) لِاَحَدِکُمْ کے الفاظ ہیں۔

--*-*-*-*

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّاللّٰه عليه وسلم بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ نَفَرٌ ثَلاَثَةٌ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا وَأَمَّا الآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَى الله عليه وسلم قَالَ " أَلاَ أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلاَثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ فَآوَاهُ اللَّهُ وَأَمَّا الآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ وَأَمَّا الآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ " .وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا حَرْبٌ وَهُوَ ابْنُ شَدَّادٍ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍأَخْبَرَنَا حَبَّانُ، حَدَّثَنَا أَبَانٌ قَالاَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ إِسْحَاقَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَحَدَّثَهُ فِي هَذَا الإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ فِي الْمَعْنَى .

(صحیح مسلم جلد دو از دہم، کتاب السلام، صفحات ۵۱تا ۵۲)

حضرت ابو واقد لیثیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ مسجد میں تشریف فرما تھے اور کچھ لوگ آپؐ کے ساتھ تھے کہ تین شخص آئے۔ دو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے اور ایک چلا گیا۔ راوی کہتے ہیں وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہوئے۔ ان دونوں میں سے ایک نے تو مجلس میں خالی جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا اور جو دوسرا تھا وہ لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا جبکہ تیسرا واپس چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں ان تین اشخاص کا حال نہ بتاؤں؟ ان میں سے ایک نے تو اللہ کے حضور پناہ لی تو اللہ نے اسے پناہ دے دی اور دوسرے نے شرم محسوس کی تو اللہ نے بھی اس سے شرم محسوس کی اور جو تیسرا تھا اس نے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی (اس سے) اعراض کیا۔

--*-*-*-*

جلسہ سالانہ
سے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت ارشادات

۲۲؍دسمبر ۱۸۹۱ء

’’مَیں پہلے خط میں لکھ چکا ہوں کہ ایک آسمانی فیصلہ کے لئے میں مامور ہوں۔ اور اس کے ظاہری انتظام کے درست کرنے کے لئے میں نے ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۱ء کو ایک جلسہ تجویز کیا ہے۔ متفرق مقامات سے اکثر مخلص جمع ہوں گے۔‘‘

(مکتوب مورخہ ۲۲؍دسمبر ۱۸۹۱ء بنام نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ۔ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۹۴)

۳۰؍دسمبر ۱۸۹۱ء

’’اطلاع۔ تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی بُرہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروانہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہّ تاریخ مقرر پر حاضر ہو سکیں سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷؍دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس

تاریخ پر آجانا چاہئے اور اِس جلسہ میں ایسے حقایق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز اُن دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہو گی اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الرّاحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہو گا کہ ہر یک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے مُنہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے ان کی خشکی اور اجنبیّت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلّ شانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہو گا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلادقت سرمایہ سفر میسر آجاوے گا گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا اور بہتر ہو گا کہ جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تا کہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موانع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا اپنی حد اختیار سے باہر ہو جائے۔ اور اب جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا۔ اِس جلسہ پر جس قدر احباب محض لِلّٰہ تکلیف سفر اٹھا کر حاضر ہوئے خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین

(روحانی خزائن جلد ۴ آسمانی فیصلہ صفحات ۳۵۱ تا ۳۵۳)

کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے کوئی رُسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا

آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں کوئی ہو جائے اگر بندۂ فرماں تیرا

جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے ہر فرد کا یہ کام ہونا چاہئے کہ۔۔۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ میں نے جنّ و اِنس کی پیدائش کا مقصد عبادت کو قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57)۔ یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا تعالیٰ کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور خدا تعالیٰ کے لئے ہو جانا ہے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 414)

غرض کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے ہر فرد کا یہ کام ہونا چاہئے کہ اپنے اس سفر کو اور یہاں آنے کے مقصد کو خالصۃ للّٰہی سفر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا مقصد بنائیں۔ اگر یہ نہیں تو جلسہ سالانہ میں تکلیف اٹھا کر اور خرچ کر کے آنے والے اس جلسہ کی غرض و غایت کو پورا کرنے والے نہیں ہوں گے۔ پس یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی اور اس ذمہ داری کی ادائیگی ہی ان کی اہمیت کو بڑھاتی ہے اور اسی لئے ان کارکنوں کی بھی اہمیت ہے جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا جو اس نیک کام کے کرنے کے لئے آنے والے مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ بلکہ کارکنوں کا ثواب اور اہمیت تو اس لحاظ سے دوگنی ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے مہمانوں کی خدمت بھی کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ہی پروگراموں کو سن کر اس جلسے کے ماحول میں شامل ہو کر اپنی عملی اور اعتقادی زندگی کی بہتری کے سامان بھی کر رہے ہیں۔ پس اس بات کو مہمان بھی اور میزبان بھی، ڈیوٹی والے کارکنان بھی یاد رکھیں کہ یہ تین دن ان کی عملی اور اعتقادی بہتری کی ٹریننگ کا کیمپ ہے۔ پس اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے اپنی تمام تر توجہ اور طاقتوں سے اس میں حصہ لیں۔ ہم نے ہمیشہ اپنے سامنے جلسے کے وہ مقاصد رکھنے ہیں اور رکھنے چاہئیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں۔ آپ کی جلسے کی غرض و غایت اپنے ماننے والوں کو اس روحانی ماحول میں رکھ کر ایک ایسا نمونہ بنانا تھا جو دنیا کے لئے قابل تقلید ہو، جس کے پیچھے دنیا چلے۔ آپ نے فرمایا: میرے ماننے والوں کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں۔ (ماخوذ از شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)۔ یعنی انہیں ہر وقت آخرت کی فکر ہو۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ انسان اپنی کوشش سے یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کے لئے جس حد تک عملی کوشش ہو سکتی ہے کر کے پھر دعاؤں میں لگ جائے کہ اے اللہ دنیا کے مسائل اور روکیں قدم قدم پر میری راہ میں حائل

ہیں تُو اپنے فضل سے مجھے اس راستے پر چلا دے جو تیری رضا کا راستہ ہے۔ میرے دل میں اپنا خوف ایسا بھر دے جو ایک پیارے اور اپنے محبوب کے لئے ہوتا ہے۔ کسی ظلم کی وجہ سے وہ خوف نہیں ہوتا بلکہ محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کہیں میرا کوئی عمل تیری ناراضگی کا موجب نہ بن جائے۔ میرا ہر قدم ان نیکیوں کی طرف اٹھے جن کے کرنے کا تُو نے حکم دیا ہے اور میری سوچ ہر اس بات سے نفرت کرتے ہوئے اسے اپنے دماغ سے نکالنے والی ہو جس کے نہ کرنے کا تُو نے حکم دیا ہے۔ مَیں تقویٰ پر چلتے ہوئے حقوق العباد بھی ادا کرنے والا بنوں اور حقوق اللہ کی ادائیگی کی طرف بھی ہر وقت میری توجہ رہے اور مَیں اس چیز کو حاصل کرنے والا بن جاؤں جو تُو نے میری زندگی کا مقصد قرار دیا ہے یعنی عبادت اور عبادت کا بھی وہ معیار حاصل کرنے والا بن جاؤں جو تُو اپنے بندوں سے چاہتا ہے۔ اخلاق فاضلہ میں بھی ایک ایسا نمونہ بن جاؤں جس کی تقلید کرنا لوگ فخر سمجھیں۔ پس اس جلسے میں شامل ہو کر اپنی دعاؤں اور سوچوں کے یہ دھارے بنانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ہم پر بڑا احسان ہے کہ جہاں اس نے قرآن کریم میں ہمیں عبادتوں کے طریق بتائے، اس کے معیار حاصل کرنے کے راستے دکھائے، وہاں اخلاق فاضلہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے ان کی بھی نشاندہی فرمائی۔ اعلیٰ اخلاق کا حاصل کرنا اور اس کا مظاہرہ کرنا بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسے میں شامل ہونے والوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ آپ نے اس معیار کا ایک جگہ یوں ذکر فرمایا کہ:

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جبتک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔" (شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395) یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ یہ معیار حاصل کرنا کوئی عام بات نہیں ہے بہت سے ہیں جو دوسروں کے آرام کا خیال رکھتے ہیں لیکن اپنے وسائل کے لحاظ سے اگر اپنے آرام کو قربان کئے بغیر یہ خیال رکھ سکیں تو رکھتے ہیں۔ لیکن یہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی اپنے آرام پر دوسروں کے آرام کو ترجیح دے۔ خونی رشتوں میں بھی لوگ بعض دفعہ ایسی قربانی دے دیتے ہیں کہ اپنے آرام کو قربان کر دیتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے اس معیار کی قربانی بہت مشکل ہے۔ بلکہ دوسروں کے آرام کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ دوسروں کی تکلیف کو جب تک اپنی تکلیف کی طرح نہیں سمجھتے حقیقی مومن نہیں بن سکتے۔ یہ الفاظ میرے ہیں مفہوم یہی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر میرا بیمار بھائی تکلیف میں مبتلا ہے اور میں آرام سے سو رہا ہوں تو میری حالت پر حیف ہے۔ میرا فرض بنتا ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے اس کے آرام کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ اگر کوئی دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے سخت گوئی کرے تو تب بھی میری حالت پر افسوس ہے کہ میں دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ میرا کام یہ ہے کہ میں صبر کا مظاہرہ کروں اور اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کہ یہ روحانی طور پر بیمار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کرے۔ (ماخوذ از شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 396)

(اقتباسات از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 29/ اگست 2014ء)

مسجد مبارک قادیان

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مبارک الہام

مبارک و مبارک و کل امر مبارک یجعل فیہ

یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جاوے گا۔

(براہینِ احمدیہ جلد ۴ صفحہ ۵۵۹)

تشریح الہام مذکورہ بالا: براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۹۔ ترجمہ: یہ مسجد برکت دی گئی ہے اور برکت دینے والی ہے اور ہر ایک کام جو برکت دیا گیا ہے وہ اس میں کیا جائے گا۔ اور جو اس میں داخل ہو وہ امن میں آ جائے گا۔ اس الہام میں تین قسم کے نشان ہیں (۱) اوّل یہ کہ اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مادۂ تاریخ بنائے مسجد ہے (۲) دوم یہ کہ یہ پیشگوئی بتلا رہی ہے کہ ایک بڑے سلسلہ کے کاروبار اسی مسجد میں ہوں گے چنانچہ اب تک اسی مسجد میں بیٹھ کر ہزار ہا آدمی بیعت توبہ کر چکے ہیں اسی میں بیٹھ کر صدہا معارف بیان کیے جاتے ہیں اور اسی میں بیٹھ کر کتب جدیدہ کی تالیف کی بنیاد پڑتی ہے اور اسی میں ایک گروہ کثیر مسلمانوں کا پنج وقت نماز پڑھتا ہے اور وعظ سنتے ہیں اور دلی سوز سے دعائیں کی جاتی ہیں اور بِنائے مسجد کے وقت میں ان باتوں میں سے کسی بات کی علامت موجود نہ تھی (۳) سوم یہ کہ یہ الہام دلالت کر رہا ہے کہ آئندہ زمانہ میں کوئی آفت آنے والی ہے۔ اور جو شخص اخلاص کے ساتھ اس میں داخل ہو گا وہ اس آفت سے بچ جاوے گا اور براہین احمدیہ کے دوسرے مقامات سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ آفت طاعون ہے سو یہ پیشگوئی بھی اس سے نکلتی ہے کہ جو شخص پوری ارادت اور اخلاص سے جس کو خدا پسند کر لیوے اس مسجد میں داخل ہو گا وہ طاعون سے بھی بچایا جائے گا یعنی طاعونی موت سے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۸، نزول المسیح صفحات ۵۲۵ تا ۵۲۶)

اسلام آباد برطانیہ میں نئے مرکز احمدیت کا قیام اور یہاں نئی تعمیر ہونے والی مسجد مبارک کا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ سے افتتاح۔ خطبہ سے قبل سجدۂ شکر

اللہ تعالیٰ کرے کہ دنیا کے تمام ممالک میں یہاں سے توحید کے پھیلانے اور اسلام کا پیغام پہنچانے والی یہ مسجد اور یہ مرکز ہمیشہ بنے رہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 17 مئی 2019ء کو مسجد مبارک اسلام آباد ٹلفورڈ، برطانیہ، میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو کہ مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر براہ راست نشر کیا گیا۔

حضور انور خطبہ جمعہ کے لئے مسجد مبارک کے احاطہ میں تشریف لائے۔ مسجد کے بیرونی حصہ میں لگی افتتاحی تختی کی نقاب کشائی کی اور پھر خطبہ کے لئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ حضور انور نے خطبہ شروع کرنے سے قبل مسجد کے افتتاح اور یہاں اسلام آباد میں نئے مرکز احمدیت کے قیام پر اجتماعی سجدہ شکر ادا کیا۔ بعد ازاں جمعہ کے لئے آذان ہوئی اور پھر حضور انور نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ جمعہ شروع فرمایا۔ خطبہ کے آغاز میں حضور انور نے سورۃ الاعراف کی آیات 30 تا 32 کی تلاوت اور ترجمہ پیش کیا اور پھر فرمایا کہ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ آج ہمیں اسلام آباد کی اس مسجد میں جمعہ پڑھنے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ گو آج رسمی طور پر ہم اس جمعہ کے ساتھ مسجد کا افتتاح کر رہے ہیں لیکن عملاً میرے یہاں منتقل ہوتے ہی نمازوں اور دوسرے پروگراموں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یہ مسجد، مسجد فضل سے تقریباً چار گنا زیادہ گنجائش رکھتی ہے۔ اس مسجد کا نام رکھنے کے بارے میں فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام میرے سامنے آ گیا جس کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔ الہام یہ تھا "مبارک و مبارک و کل امر مبارک یجعل فیہ۔ یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو دعائیں مسجد مبارک قادیان میں کیں اور جو آپ کی خواہشات اور تڑپ دنیا میں اسلام کے پھیلنے اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے تھی وہ اس مسجد کو بھی پہنچتی رہیں اور انگلستان اور یورپ اور دنیا کے تمام ممالک میں یہاں سے توحید کے پھیلانے اور اسلام کا پیغام پہنچانے والی یہ مسجد اور یہ مرکز ہمیشہ بنے رہیں۔ یہاں مرکز کا آنا ہر لحاظ سے مبارک ہو اور خلافت احمدیہ کی طرف سے جاری ہونے والے تمام منصوبے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور برکت کو جذب کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں جن برکتوں کا حضرت مسیح موعودؑ کی مسجد سے تعلق تھا وہ اسے بھی ملتی رہیں۔ فرمایا جب ربوہ کی آبادی شروع ہوئی ہے تو اس وقت بھی حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد مبارک کی تعمیر کے وقت یہی فرمایا تھا کہ یہ مسجد 'مسجد مبارک قادیان کے قائمقام اور اس کا ظل اور مثیل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ان وسعتوں کو مزید بڑھاتا چلا جائے۔

فرمایا جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس نئی بستی میں رہنے کی توفیق دی ہے اور جو لوگ اس نئی آبادی کے قرب و جوار میں آ کر یہاں مرکز بننے کی وجہ سے آباد ہونے کی کوشش کر رہے ہیں یا ہو رہے ہیں انہیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اپنی حالتوں کو ایسا بنائیں کہ اس علاقے میں احمدیت اور اسلام کی حقیقی تصویر لوگوں کو نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ کی

شکر گزاری اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہماری باتیں اور ہمارے کام ہماری تعلیم اور ہمارے عمل ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہوں، نہ یہ کہ ہم کہیں کچھ اور کریں کچھ۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں مسجدوں کے حوالے سے بھی ارشاد فرمائے ہیں۔ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں بھی ہمیں بہت اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ان باتوں کی طرف اگر ہم توجہ رکھیں تو جہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حق ادا کرنے والے ہوں گے وہاں اس کی مخلوق کے حق ادا کرنے والے بھی ہوں۔ پس اپنی عبادتوں کو بھی خالص کریں اور دنیا کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے بھی آشنا کریں۔ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہئے۔ فرمایا ہماری ذاتی کوشش ہوتی یا جماعتی کوشش ہوتی تو یہ کبھی تعمیر نہ ہو سکتا۔ یہ صرف محض اور محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے یہ مرکز عطا فرمایا۔ ان رمضان کے دنوں میں جب روح کی بہتری کے لئے اللہ تعالیٰ نے باہم سامان پہنچائے ہیں، اپنے دین کو پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے دین کو خالص کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اُدْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ اخلاص سے خدا تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے اور اس کے احسانوں کا بہت مطالعہ کرنا چاہئے۔ چاہئے کہ اخلاص ہو، احسان ہو اور اس کی طرف ایسا رجوع ہو کہ بس وہی ایک رب اور حقیقی کارساز ہے۔ ہر قسم کی ملونی اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہو جاوے اور اسی کی عظمت اور اسی کی ربوبیت کا خیال رکھے۔ فرمایا کہ ادعیہ ماثورہ اور دوسری دعائیں خدا سے بہت مانگے اور بہت توبہ استغفار کرے اور بار بار اپنی کمزوری کا اظہار کرے تا کہ تزکیہ نفس ہو جاوے اور خدا سے سچا تعلق ہو جاوے اور اسی کی محبت میں محو ہو جاوے۔ پس اللہ تعالیٰ کے لئے جب دین خالص ہو گا عبادت خالص ہو گی تو تزکیہ نفس بھی ہو گا۔ اپنے نفس کو پاک کرنے کا موقع بھی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادتوں کا بھی حق ادا ہو گا اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش ہو گی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب یہ زمانہ ہے کہ اس میں ریاء کاری، عجب، خود بینی، تکبر، نخوت، رعونت وغیرہ صفات رذیلہ ترقی کر گئے ہیں یہ سب برائیاں جو ہیں اس میں تو بڑی ترقی ہو رہی ہے اور مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وغیرہ صفات حسنہ جو تھے وہ آسمان پر اٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل بھی نہیں رہا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ بالکل ہی اخلاق ختم ہو چکے ہیں۔ اب خدا کا ارادہ ہے کہ ان کی تخم ریزی ہو۔ حضور انور نے فرمایا یہ تخم ریزی حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہوئی ہے اور خدا کا ارادہ ان اخلاق کو زندہ کرنے کا اور عبادتوں کو خالص کرنے کا حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اب حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے جاری کرنے کا ارادہ کیا اور جاری فرمایا اور آگے اس تخم ریزی سے پیدا ہوئے پودوں اور درختوں کی شاخیں ہم نے بننا ہے اور ہم یہ اس وقت کر سکتے ہیں جب اپنی عبادتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کریں۔ دوسروں کی کمزوریاں دیکھ کر اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کی رضا باقی ترجیحات پر حاوی ہو جائے۔ پھر ایک موقع پر آپ نے فرمایا واضح ہو کہ قرآن شریف کی رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں۔ یہ فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اعضاء کا روح پر بہت قوی اثر ہے۔ فرمایا کہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بھی روح میں خشوع اور خضوع کی عادت پیدا کر دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ انسان کی روحانی حالت کو بہتر کرنے کے لئے ظاہری خوراک بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے متوازن غذا کھانی چاہئے۔ متوازن غذا سے انسان کے اخلاق بھی متوازن رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی

طرف بھی توجہ رہتی ہے۔ پس ایک حقیقی عابد نہ صرف اپنی روحانی حالت بہتر کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھتا ہے بلکہ اپنی جسمانی حالت بھی ٹھیک کرتا ہے اور یہی اس کا مقصود ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ ایک مؤمن رکھتا ہے۔ پس جیسا کہ میں نے کہا اس مرکز کے بننے پر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کے لئے ہمیں جہاں اپنی عبادتوں کے معیاروں کو بلند کرنے کی ضرورت ہے وہاں اخلاقی معیاروں کو بھی بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس چیز کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیاں گزاریں گے تو یہی تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن جائے گی اور یہی ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بناتے ہوئے اس کے فضلوں کو حاصل کرنے والا بنائے گی۔

حضور انور نے فرمایا یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ بعض لوگ اپنے ہمسایوں اور باہر ملنے والے لوگوں کے ساتھ تو بڑے اچھے ہوتے ہیں لیکن اپنے گھر میں بیوی کے ساتھ یا بچوں کے ساتھ ان کے رویے اچھے نہیں ہوتے۔ یہ باتیں جماعتی اکائی اور سکون پر بھی اثر ڈالتی ہیں۔ گھروں کی جو بے سکونی ہے بچوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور بچے مستقبل میں جماعت کا بہترین حصہ بننے کی بجائے جماعت سے دور اور دین سے دور جانے والے بن جاتے ہیں اور اسلام کو پھیلانے کے لئے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی اگلی نسلوں کو بھی سنبھالا جائے اور اگر ایسے عمل ہوں گے تو نسلیں بگڑ جائیں گی۔ پس اس کے لئے بھی ہمیں کوشش کرنی ہوگی اس لحاظ سے یہ جماعتی چیز ہے کیونکہ وہ بچے دیکھتے ہیں کہ میرا باپ بظاہر تو بڑا دیندار ہے اور جماعت میں بڑا اچھا سمجھا جاتا ہے لیکن گھر میں اس کا رویہ بالکل مختلف ہے اور یہ ردّ عمل پھر اگلی نسل کو برباد کر دیتا ہے۔ پھر گھر کے جھگڑوں سے بیوی کے گھر والوں اور خاوند کے گھر والوں میں رنجشیں بڑھنی شروع ہو جاتی ہیں تو معاشرے کا امن بھی برباد ہوتا ہے۔ پس ایسے گھر جو ہیں جہاں اس قسم کی باتیں پیدا ہو رہی ہیں وہ اپنے گھروں کے امن و سکون کو بھی قائم رکھنے کی کوشش کریں بلکہ یہ فیصلہ کریں کہ ہم نے یہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جماعت کے ساتھ جوڑ کر جو فضل اور احسان کیا ہے اس کے شکرانے کے طور پر ہم اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کے احکام پر چلتے ہوئے ڈھالنے کی کوشش کریں گے۔ اسی طرح جن عورتوں میں ذرا ذرا سی بات میں غصہ کا پہلو غالب آ جاتا ہے انہیں بھی اپنے بچوں کی تربیت کے لئے اپنی حالتوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے اس رمضان کو اس لحاظ سے بھی ممتاز بنالیں کہ اپنے گھروں کو بھی اس مہینے کی برکتوں سے ہم نے سنوارنا ہے۔ فرمایا رمضان میں مسجدوں کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے تو مسجدوں کی اصل زینت جو کہ تقویٰ ہے۔ ان نمازیوں میں سے نہ بنیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر ان کی نمازوں کو ان کی ہلاکت کا موجب بنایا ہے بلکہ ان لوگوں میں ہمارا شمار ہو جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہیں اس کے انعاموں کے وارث ہیں۔ فرمایا دنیا کے اس خطے میں اللہ تعالیٰ نے مرکز کی توفیق دی جو توحید سے خالی ہے بلکہ شرک سے بھرا ہوا ہے کہ یہاں سے ایک نئے عزم کے ساتھ توحید کو پھیلانے کے کام کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے مشن کو پورا کرو اور پھر وہ دن بھی آئے جب بستیوں کی بستیاں اور شہروں کے شہر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے والے ہوں اور آج جو لوگ آنحضرت ﷺ کے خلاف جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں بک دیتے ہیں اس کے بجائے آپ ﷺ کے جھنڈے تلے آنے میں وہ فخر محسوس کرنے والے ہوں اور آپ پر درود بھیجنے والے ہوں۔ پس یہ ذمہ داری ہے ہماری، دنیا کے رہنے والے ہر احمدی کی ہے کہ وہ یہ کوشش کرے یہ راستے تلاش کرے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کے جھنڈے کو کس طرح لہرانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے دنیا کو کس طرح لانا ہے۔ کس طرح

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنا ہے کس طرح خلیفہ وقت کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے اس کا ہاتھ بٹانا ہے۔ دعاؤں سے عمل سے کس طرح خلیفہ وقت کی مدد کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے مہینہ میں اس مسجد اور مسجد کے افتتاح کی توفیق دے رہا ہے۔ پہلے کا تو مجھے علم نہیں پہلے خلفاء کا لیکن میرے وقت میں یہ پہلا موقع ہے کہ رمضان کے مہینہ میں مسجد کا افتتاح ہو رہا ہے۔ پس اس برکتوں والے مہینے اور دعاؤں کی قبولیت والے مہینے سے صحیح استفادہ کرتے ہوئے احمدیت کی ترقی اور دنیا کے اس خطے میں مرکز کی تعمیر کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے دعا کریں اور بہت دعا کریں۔

حضور انور نے اس مسجد مبارک کے کوائف بیان فرمائے اور فرمایا اس مسجد کے اندرونی ہال میں 500 کے قریب نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ہال ہے اور مسقف جگہ کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو تقریباً دو ہزار سے اوپر اس جگہ ایک وقت میں لوگ نماز ادا کر سکتے ہیں۔ فرمایا یہ منصوبہ ایسا ہے کہ باوجود بہت بڑا ہونے کے اس کے لئے کوئی علیٰحدہ سے مالی تحریک نہیں کی گئی اور جہاں تک میرا علم ہے یہ پہلا منصوبہ ہے جو بغیر کسی علیٰحدہ تحریک کے تکمیل کو پہنچا۔ اس کے ساتھ دوسرے ممالک میں بھی بڑے منصوبے چل رہے تھے۔ خاص طور پر قادیان میں بھی اور مالی میں بھی اور تنزانیہ وغیرہ میں بھی۔ بعض دفعہ مجھے فکر ہوتی تھی کہ کہیں کوئی منصوبہ روکنا نہ پڑے کچھ دیر کے لئے لیکن اللہ تعالیٰ پھر اپنا فضل فرما دیتا تھا اور تمام منصوبے مکمل ہوتے چلے گئے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ فضل فرماتا رہے اور آئندہ بھی جو منصوبے چل رہے ہیں وہ بھی تکمیل کو پہنچیں اور اللہ تعالیٰ مزید منصوبے مکمل کرنے کی توفیق بھی دیتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر جماعت کو جو مالی قربانی کی توفیق دی ہے، اسی قربانی سے یہ تمام منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچے ہیں اور پہنچ رہے ہیں اور آئندہ بھی پہنچیں گے انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمام افراد جماعت کی مالی استطاعت کو بھی بڑھاتا چلا جائے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔ اس لحاظ سے یہ منصوبے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کسی خاص تحریک کے بغیر ہیں اور کیونکہ عمومی جماعت کے بجٹ میں سے بھی ہیں اس لئے تمام دنیا کی جماعتیں اس میں شامل ہیں اور کوئی تخصیص نہیں کہ کس نے زیادہ دیا کس نے کم دیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

https://guldasta.org/khulasa-khutba-juma-17-may-2019/

نماز میں قرآن شریف کھول کر پڑھنا مناسب نہیں

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ قرآن شریف کی لمبی سُورتیں یاد نہیں ہوتیں اور نماز میں پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ کیا ایسا کر سکتے ہیں کہ قرآن شریف کو کھول کر سامنے کسی رحل یا میز پر رکھ لیں یا ہاتھ میں لے لیں اور پڑھنے کے بعد الگ رکھ کر رکوع سجود کر لیں اور دوسری رکعت میں پھر ہاتھ میں اُٹھا لیں۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا:۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ آپ چند سورتیں یاد کر لیں اور وہی پڑھ لیا کریں۔"

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۱۷۴، فقہ المسیح صفحہ ۱۰۷)

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد

مسجد مبارک اسلام آباد ٹلفورڈ

عبد الباسط شاہد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی غیر معمولی ترقیات میں ایک اور سنگ میل کا اضافہ ہوا اور جماعت کو ایک نیا مرکز اور ایک اور مسجد مبارک عطا فرمائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس مسجد کا افتتاح فرمایا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ شکر بجالائے۔ آپ کے ساتھ جماعت کے افراد نے بھی شکر گزاری کے طور پر سجدہ کیا۔ اسلام آباد جو اپنے محل وقوع اور سبزہ زار ہونے کی وجہ سے پہلے بھی خوبصورت لگتا تھا۔ اب مسجد مبارک، قصر خلافت، خوبصورت دفاتر اور خدام سلسلہ کی رہائش گاہوں کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی بیگم صاحبہ کے مزار بہشتی مقبرہ قادیان اور مزار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد زندہ کر رہے ہیں۔ مسجد مبارک کے نام میں بہت سی برکتیں اور خوشیاں شامل ہیں۔ قادیان کی مسجد مبارک جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار ہے اور جو ابتدا میں چھوٹی مسجد کے نام سے مشہور تھی اور جس میں چند لوگ ہی نماز پڑھ سکتے تھے۔ اس میں متعدد دفعہ توسیع ہوئی۔ خاکسار کو مسجد مبارک قادیان میں سینکڑوں دفعہ حضرت مصلح موعودؓ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ سینکڑوں دفعہ مجالس علم وعرفان میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ربوہ کی مسجد مبارک کی بنیاد رکھنے کا ذکر حضور نے اپنے خطبہ میں بھی فرمایا۔ خاکسار کو اس تقریب میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی بلکہ ربوہ میں حضور کی ابتدائی دنوں میں آمد کے مواقع بھی بخوبی یاد ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ لاہور سے تشریف لائے۔ ایک خیمہ میں نماز باجماعت ادا کی گئی۔ میرے سامنے آج بھی وہ نظارہ ہے کہ محترم قریشی فضل حق صاحب جو نلکا لگانے کا کام کرتے تھے اور ربوہ میں اس غرض سے محنت کر رہے تھے وہ بڑی خوشی سے ایک کٹورے میں گدلا سا پانی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں لگتا تھا کہ ان کے روئیں روئیں سے خوشی نکل رہی ہے۔ انہوں نے وہ پانی حضورؓ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہمارے پائپ ایک جگہ پھنس گئے تھے اور باوجود کوشش کے نہ نیچے جا رہے تھے اور نہ اوپر آرہے تھے۔ تاہم حضور کے اس سرزمین میں قدم رکھتے ہی پھنسا ہوا پائپ نکل آیا اور اب یہ پانی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نکل آیا ہے۔ اس وقت یہ خبر بہت ہی خوشکن تھی کیونکہ اس سے پہلے کئی دفعہ لوگ وہاں سے پانی حاصل کرنے کی کوشش میں ناکام ہو چکے تھے اور یہ عام خیال تھا کہ یہاں سے پانی کا حصول ناممکن ہے۔ حضور بھی پانی نکلنے پر بہت خوش ہوئے اور یہ بھی فرمایا کہ ہم ربوہ کو خوش نما بنانے کی کوشش کریں گے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ربوہ کی لق ودق زمین جہاں گھاس کی ایک پتی تک نہیں ہوتی تھی وہاں رنگ برنگے پھولوں اور بے شمار قسم کے پھلوں کی بہار ہو گئی۔

مسجد مبارک کے ذکر میں یاد آیا کہ جب حضرت مصلح موعودؓ ربوہ میں قیام کے لئے تشریف لائے اور احباب ربوہ، فیصل آباد، سرگودھا سڑک کے کنارے قطار میں استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب امیر مقامی تھے۔ حضور کی آمد کی خبر دینے کے لئے دو خادم پہاڑی پر گئے ہوئے تھے کہ وہ حضور کی کار کو آتے ہوئے دیکھ کر ہوائی فائر کر کے اطلاع دیں گے۔

مجھے یاد ہے کہ حضورؓ اپنی کار سے اتر کر شامیانہ کی طرف تشریف لا رہے تھے تو ایک طرف سے استقبالیہ نعرے کی آواز آئی اس پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تو دعا میں مصروف ہوں اور........ اس پر محترم شاہ صاحب نے قرآنی دعائیں پڑھنی شروع کیں اور ان کی اقتداء میں تمام احباب بھی دعاؤں کو دہراتے رہے۔

مسجد مبارک اسلام آباد کے افتتاح کا کوئی باقاعدہ اعلان تو خاکسار کی نظر سے نہیں گزرا تھا تاہم یہ پتہ چلنے پر کہ جمعہ کے روز اس کا افتتاح ہے تو ربوہ کی ابتدائی تمام تقریبات کی یاد تازہ ہوئی اور یہاں شامل ہونے کی بھی شدید

خواہش پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں پہنچنے کا انتظام تو ہو گیا تاہم جب مسجد کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ عشاق احمدیت خلیفہ وقت کی زیارت کے شوق میں اس سے بھی پہلے پہنچ چکے ہیں اور اب اندر کوئی جگہ نہیں ہے۔ نوجوان رضاکار جو بڑی مستعدی سے ڈیوٹی دے رہے تھے ان کے اشارے پر خاکسار ہال میں جا بیٹھا جہاں پہلے ہی سینکڑوں لوگ پہنچ چکے تھے۔ اسی طرح معلوم ہوا کہ مستورات کے لئے جو وسیع مارکی لگائی گئی ہے وہ بھی بھر چکی ہے تو خاکسار کو اپنے دادا جان حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے کی ایک بات یاد آئی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ سے ایک ملاقات کے موقع پر میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ میاں (پرانے بزرگ حضرت مصلح موعودؓ کو میاں کہا کرتے تھے) ہمیں تو اب پہلے کی طرح مزا نہیں آتا۔ ہم بڑے مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ نمازیں ادا کرتے تھے۔ کبھی کھانا بھی حضور کے ساتھ ہی کھاتے تھے اور خوب مصافحے اور جپھیاں (معانقے) ہوتی تھیں۔

دادا جان بتایا کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ یہ بات سن کر مسکرائے اور اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے فرمایا کہ آپ مجھ سے بھی جپھی ڈال لیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ہمہ جہتی ترقی بہت ہی خوش آئند ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اور اضافہ فرماتا چلا جائے اور جماعت روحانی و جسمانی لحاظ سے ہر آنے والے دن میں گزرے ہوئے دن سے آگے ہی نظر آئے۔

مسجد مبارک اسلام آباد کے افتتاح سے قبل ہی وہاں پر جماعتی کام حسن و خوبی سے انجام پا رہے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ قادیان سے ہجرت اور پاکستان میں جماعتی سرگرمیوں کے متعلق شہد کی مکھیوں کی مثال بیان فرمایا کرتے تھے۔ مکھیوں کے شہد کے حصول کے لئے ان کے چھتوں سے الگ کر دیا جاتا ہے تو وہ بغیر کسی توقف و تاخیر کے کسی اور مناسب اور موزوں جگہ پر چھتہ بنا کر اپنا کام شروع کر دیتی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں قادیان سے ہجرت کے بعد پاکستان میں یہ نظارہ دیکھا اور پھر پاکستان میں حالات کی تبدیلی کی وجہ سے خلافت رابعہ میں یہاں لندن میں یہ نظارہ دیکھا کہ اسباب و ذرائع کی کمی کے باوجود جماعت کا ہر قدم ترقی اور کامیابی کی طرف اٹھتا چلا گیا اور مخالفین اس حسرت میں اپنی ناکامی کو چھپانے کی کوشش کرتے رہے کہ ہماری سب کوششوں کے باوجود احمدیت تبلیغ و اشاعت کے کام میں پہلے سے کہیں آگے جا چکی ہے۔

کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ نے ایک مشہور درباری خانخاناں کو ایک مہم پر روانہ کیا۔ جب وہ اپنی منزل پر پہنچے تو ان کا خیمہ لگا دیا گیا اور روایتی دربار سج گیا۔ کسی فقیر نے سنا کہ اس طرح خانخاناں یہاں قیام رکھتے ہیں تو وہ بھی آیا اور اس نے صدا لگائی۔

منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست

ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

(صاحب انعام و اکرام اور فیاض شخص چاہے پہاڑ ہو، دشت ہو بیاباں ہو، کہیں بھی مسافر نہیں ہوتا، وہ تو جہاں بھی جاتا ہے، خیمہ لگا کر دربار سجا لیتا ہے)

خانخاناں نے یہ آواز سنی تو فقیر کو اپنے پاس بلایا اور اسے بطور انعام اشرفیوں کی ایک تھیلی عطا فرمائی۔ اگلے روز پھر سفر شروع ہوا۔ اگلی منزل میں قیام کے وقت وہی فقیر پھر آیا اور اسی طرح صدا لگائی اور انعام پا کر دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ پانچویں یا چھٹے روز خانخاناں دربار لگائے بیٹھا تھا مگر وہ فقیر نہ آیا۔ شاید اس کو یہ خیال ہوا ہو گا کہ امیر آدمی میری بات پر خوش ہو کر انعام دے رہا ہے۔ اگر کسی وقت اس کا موڈ بدل گیا تو پہلے دیئے ہوئے انعام بھی واپس نہ لے لے۔ کہانی کے مطابق خانخاناں معمول سے زیادہ دیر دربار میں بیٹھے اور پھر کہنے لگے کہ آج ہمارا فقیر نہیں آیا۔ کم ہمت نکلا ہم نے 30 منزلوں کے پیش نظر اس کے لئے 30 تھیلیاں الگ کر دی تھیں۔

ان مجالس اور درباروں میں جو کچھ ہوتا تھا اس کا تو اچھے رنگ میں ذکر نہیں ہوتا مگر ہم نے اپنے خلفاء کی مجالس میں نماز باجماعت، درس قرآن و حدیث، خطبات جمعہ، ملاقاتیں اور وعظ و تلقین کی روح افزا اور ایمان افروز مجالس و واقعات کا ہی مشاہدہ کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان مجالس اور کارروائیوں کو خدائی تائید و نصرت حاصل رہی اور خلافت و جماعت ہمیشہ ہی ترقی کی منازل طے کرتی رہی اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ایسی ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کامیابیاں اور ترقیاں حاصل کرتی رہے گی۔

وماذالک علی اللہ بعزیز

ہم تو خوشبو کی طرح پھیلے جہاں میں چار سُو

ارشاد عرشی ملک

بند تُم نے کر دیئے جلسے جو پاکستان میں
کل جہاں میں ہو رہے ہیں ، منفرد ہیں شان میں

جھولیاں بھر بھر کے ملتا ہے مقدس مائدہ
برکتیں ہیں ان گنت ،مہدی کے دستر خوان میں

ہوں مُیسّر جن کو پر اُڑ کر پہنچتے ہیں ضرور
اور جو بے پر ہیں، رہتے ہیں اِسی ارمان میں

جرمنی میں آج کل ہیں رونقیں ہی رونقیں
اور پھر یو کے میں ،امریکہ میں ،ہندستان میں

ایم ٹی اے کا ہو بھلا یہ زخمِ فرقت کی دوا
اِس کا حصہ خُوب ہے اس درد کے درمان میں

گھر میں ہر اِک احمدی کے جلوہ فرما ہیں حضور
تازگی آتی ہے اُن کو دیکھ کر، ایمان میں

سلسلہ جلسوں کا اب ہر ملک میں ہے چل پڑا
کل یہ کینیڈا میں ہو گا ، اور پھر ، جاپان میں

نُورِ حق سے جگمگا اُٹھا ہے افریقہ بھی آج
سب پہ بازی لے گیا مہدیؑ کی وہ پہچان میں

الغرض میں نام گنواؤں تو کس کس ملک کا
سب کے سب باندھے گئے بیعت کے اک پیمان میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

جب بصد حسرت وطن کو الوداع کہنا پڑا
اِک توّکل کے سِوا کُچھ بھی نہ تھا سامان میں

خوف کی حالت کو بدلا امن میں اللہ نے
ہم پہ اپنا ہاتھ رکھا ، اُس نے ہر بحران میں

ہم تو خو شبو کی طرح پھیلے جہاں میں چار سُو
تم مقید ہو گئے پر نفس کے زندان میں

دل مگر کُڑھتا ہے اب حالت تمہاری دیکھ کر
گھِر گیا پیارا وطن اک مستقل طغیان میں

نفرتوں کی جھاڑیاں ، ظلم و جفا کے خار ہیں
اور کُچھ باقی نہیں اس قریہ ویران میں

جِس نے کیکر بوئے ہوں وہ آم کھائے کس طرح
لُوٹ اتنی تو نہیں اس عالمِ اِمکان میں

خوف اور وحشت کے سائے آج ہر چہرے پہ ہیں
گھِر گئی ناؤ تمہاری سر پھرے طوفان میں

مر گئے عیسیٰ مسیحؑ ، ان کا رفع بھی ہو چکا
سچ بتاؤ کیا یہی لکھا نہیں قرآن میں

راز جو کھولا تھا مہدیؑ نے سوا سو سال قبل
اب ثبوت اس کے ملے ہیں وادیٔ قُمران میں

ایک دن دُنیا میں گونجے گی یہی آوازِ حق
ہم میں بھی وہ گونج ہے جو گونج ہے آزان میں

شعر اُمڈے ہی چلے آتے ہیں عرشی غیب سے
میں نے لکھی ہیں کئی نظمیں عجب وجدان میں

جلسہ سالانہ کی ایک دلچسپ، ایمان افروز یاد

امۃ الباری ناصر

جلسہ سالانہ یوکے 2007ء منعقدہ حدیقۃ المہدی غیر معمولی بارشوں کی وجہ سے ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس میں شامل ہونے والوں اور انتظامیہ کے ہر فرد کی اپنی منفرد کہانیاں ہیں، ہم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل تھے جو اس یادگار جلسے میں شامل ہوئے۔ اس جلسے پر ایک ایسا واقعہ ہوا جس کا سرور زندگی بھر تازہ رہے گا۔ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی احبابِ جماعت سے یک جہتی اور قبولیتِ دعا کے ایک واقعہ کے گواہ بنے۔ خلیفہ وقت سے جڑے ایسے حسین واقعات ازدیادِ ایمان کا ذریعہ ہوتے ہیں اظہار تشکر کے ساتھ کچھ روداد پیش کرتی ہوں۔

جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کا شوق ہماری فطرت میں شامل ہو گیا ہے۔ جلسہ کا موسم آتا ہے تو احمدی حضرات غول در غول موسمی پرندوں کی طرح اُڑان بھرتے ہیں۔ قوت پرواز رکھنے والے ہوں یا پر شکستہ پیچھے رہنے والے، سب کا دھیان جلسے میں لگا رہتا ہے۔ ایم ٹی اے کے توسط سے جلسہ دیکھنے کا انتظام ہونے کی وجہ سے بہت سے شائقین کی حسرتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ حدیقۃ المہدی میں پہلا جلسہ جو ۲۰۰۶ء میں ہوا تھا ایم ٹی اے پر دیکھا تھا۔ بے حد دلفریب نظارے تھے وسیع سبزہ زار قدرت کا شاہکار نظر آتا تھا۔۔ اپنی چیزوں سے یوں بھی جذباتی وابستگی ہوتی ہے۔ سارا سال انتظار کے بعد ۲۰۰۷ء کے جلسے میں شمولیت کے لئے جلسہ سے دو ہفتے پہلے ہی لندن پہنچ گئے۔ ہماری بیٹی امۃ الصبور عمر خان کا گھر بیت الفتوح کے قریب ہے اس لیے لندن پہنچتے ہی نمازوں میں حاضری اور جلسہ سالانہ کے انتظامات قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ گہما گہمی میں بتدریج اضافہ جذبات میں تموّج پیدا کرنے لگا۔ بیت الفتوح کے وسیع ہالوں میں مہمانوں کے بستر لگے ہوئے تھے۔ ربوہ کی قیام گاہوں کا منظر یاد آنے لگا صرف قیام گاہوں سے ہی نہیں ڈائننگ ہال اور پھر ٹوائلٹس سے بھی ربوہ کا جلسہ بہت یاد آیا۔ دل سے ان بزرگوں کے لیے دعائیں نکلیں جن کے تجربات اور دعاؤں نے خوب سے خوب تر انتظامات اور ترقی کی راہیں کھولیں۔ ایسی روایات قائم اور مستحکم ہوئیں جن سے دنیا بھر کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے مہمانوں کو عمدگی، وقار اور عزت سے ٹھہرانے کا انتظام ممکن ہوا۔ ہم نے بھی گھر میں مہمانوں کے لئے کچھ زائد کھانے بنا لیے۔ وفورِ شوق کا اصرار تھا کہ وقت جلدی گزر جائے اور جلسہ شروع ہو۔ جلسے پر سب سے ملاقات کا تصور ہی خوش کر رہا تھا۔ بیت الفتوح میں اعلان ہو رہا تھا کہ حدیقۃ المہدی کے لیے خصوصی بسوں کا انتظام کیا جا رہا ہے ہم نے اس اعلان کو سرسری سا سُنا کیونکہ ہمیں ہر سال جلسے پر عُمر لے جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جزائے کثیر سے نوازے۔ اس دفعہ بھی یہی اطمینان تھا مگر اچانک عمر نے بتایا کہ اسے جلسے کے پہلے دن کے لیے چھٹی نہیں ملی ہے۔ تو کیا ہم جمعہ کو جلسہ پر نہ جا سکیں گے؟ یہ تصور ہی دردناک تھا۔ اور کسی صورت قابل قبول نہ تھا۔ اپنے پاس ایک ہی حربہ ہے خوب دعا کی کہ عمر کو چھٹی مل جائے ناصر صاحب نے سمجھایا کہ ایم ٹی اے پر دیکھ لیں گے مگر دل نہ مانا۔ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کریں تو کیا کریں اتنے میں اللہ کے کرم سے عمر کو اپنے افسر کا text message ملا کہ آپ چھٹی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے نئے حوصلے سے صبح صبح جلسے کے لیے جانے کی تیاری ہونے لگی۔ جلسہ گاہ میں بارش کا سن رہے تھے اس لیے اپنی سینڈلیں الماری میں رکھ کر سردیوں کے شوز نکال لیے۔ گھر سے حدیقۃ المہدی تک کے سفر میں اپنے نواسوں ثمر، نصر کو جلسہ سالانہ کی اہمیت، ثمرات، برکات اور روایات کے بارے میں بتاتی رہی۔ جلسہ گاہ قریب آئی تو سڑک پر راہ نمائی کے لیے لگے ہوئے بورڈز اور ڈیوٹی پر کھڑے خدام کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ان کے لیے دعائیں کرتے ہوئے آگے بڑھے تو ایک خادم نے گاڑی کا رخ پارکنگ ایریا کی طرف موڑنے کا اشارہ کیا۔ یہ ایک وسیع و عریض پارکنگ لاٹ تھی جو جلسہ کے مہمانوں کی گاڑیوں کی پارکنگ کے لیے کرایہ پر لی گئی تھی۔ گاڑی پارک ہوئی تو خدام نے راہ نمائی کی کہ آپ قطاروں میں کھڑے ہو جائیں جلسہ گاہ پندرہ میل کی

مسافت پر ہے شٹل سروس آپ کو جلسہ گاہ لے جائے گی اور واپسی پر پھر اس پارکنگ ایریا میں لے آئے گی۔ ہم قطار میں کھڑے ہو گئے ہم سے آگے بھی لمبی قطار تھی اور پیچھے تو دور تک بنتی چلی گئی۔ کافی وقت گزرنے پر ایک انگریز پولیس والے نے ہمیں سمجھایا کہ کچھ مسائل ہو گئے ہیں آپ صبر سے کام لیں۔ بہت جلد بسوں کا انتظام ہو جائے گا۔ ناکافی بسوں اور جوق در جوق آنے والے ریلے کو دیکھ کر اسے تشویش ہو گی کہ کوئی بدمزگی نہ ہو۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ہم صبر اور نظم وضبط کے تربیت یافتہ ہیں اطاعت کرنا جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تکلیفوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ تاہم اس کے صبر کی تلقین سے یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ مرحلہ کوئی چھوٹا موٹا نہیں صبر کا اچھا خاصا امتحان درپیش ہو گا۔ خدا خدا کر کے ایک بس آئی ڈیوٹی والے خادم یہ اعلان کرتے رہ گئے کہ پہلے ضعیف لوگ اور بچوں والی خواتین بیٹھ جائیں مگر اس پر عمل نہ ہو سکا۔ بس کے اندر ایک سیٹ پر ایک خاتون کو بیٹھنے کی اجازت تھی اور کوئی کھڑی نہ ہو سکتی تھی۔ اس پابندی پر کراچی کی بسیں یاد آئیں جن کی سیٹوں پر سواریوں کی گودوں میں بھی سواریاں بیٹھ سکتی ہیں اور جتنے چاہیں کھڑے ہو جائیں، یہی نہیں، چھت پر اور دروازوں سے لٹک کر بھی سفر کر سکتے ہیں آزاد ملک ہے آزادی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بس چلی تو ہم نے پیچھے لگی لمبی قطاروں پر فاتحانہ نظر ڈالی۔ اب ہماری منزل حدیقۃ المہدی تھا ہماری بس پر پیچ الف لیلوی گلیوں سے بڑی شان دلربائی سے کچے پکے راستوں پر رینگنے لگی۔

بس میں موجود خادم جو ٹریفک کے کوئی ذمہ دار عہدے دار تھے بیک وقت رواں انگلش اور ٹھیٹھ پنجابی میں احکامات صادر کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد بس نے ہمیں وسیع کیچڑ زار میں یہ کہہ کر اُتار دیا:

'یہاں صبر کے امتحاں اور بھی ہیں!'

ہم حدیقۃ المہدی پہنچ گئے۔ سرسبز درخت، ابر آلود آسمان اور بڑی بڑی مارکیز نظر آئیں۔ مگر وہاں تک پہنچیں کیسے؟ ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ تھا۔ رجسٹریشن کاؤنٹرز پر مستعدی سے خواتین کام میں مصروف تھیں۔ کارکنات نے لمبے لمبے بوٹ پہن رکھے تھے وہیں یہ علم ہوا کہ ان کو ولنگٹن کہتے ہیں (وجہ تسمیہ پر غور نہیں کیا) باقی خواتین اپنے معمول کے جوتوں میں چھپ چھپ کیچڑ میں چلتے ہوئے سب کام کر رہی تھیں۔ کیچڑ سے بچانے اور راستہ بنانے کے لیے پلاسٹک اور ربڑ کے mats سے جو پگڈنڈیاں بنائی گئی تھیں وہ بھی کیچڑ میں ڈوب گئے تھے۔ کئی جگہ توازن قائم رکھنا مشکل ہو گیا تو صبور کا ہاتھ پکڑا۔ اس کا بھی میرے والا ہی حال تھا ہاتھ زور سے پکڑ لیا

'اے مری ہم رقص مجھ کو تھام لے'

کئی جگہ چپلیں اور سینڈلیں کیچڑ میں لاوارث پڑی نظر آئیں یقیناً ان کو ساتھ لے کر چلنا اتنا مشکل ہو گیا ہو گا کہ تعلق توڑنا بہتر لگا ہو گا۔ ایک خاتون اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی یہ اپنا تھیلا سنبھالو میں گر گئی تو کہو گی میری شال گندی کر دی ہے

'تھیلے کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلی میں'

اور اس کے ساتھ ہی وہ پھسل گئیں مگر بیٹی کی شال بچ گئی۔

اس دن ایک اور نئی چیز کا تعارف ہوا وہ رکشے نما ایک گاڑی تھی جسے بگھی کہا جا رہا تھا اسے لڑکیاں چلا رہی تھیں اور جہاں کوئی عمر رسیدہ یا مشکل سے چلتی ہوئی خاتون نظر آتی وہ اسے بگھی میں بٹھا لیتیں۔ اور منزل پر پہنچا دیتیں۔ عام حالات میں تو کوئی خاتون کم ہی یہ تسلیم کرتی ہے کہ عمر زیادہ ہو گئی مگر اس دن تو یہ حال تھا کہ کم عمر بھی یہ سوچ رہی تھیں کہ کاش ہم اس میں بیٹھ سکتے۔ زیادہ مشکل میں پُش چیئر والی مائیں تھیں بچوں کے ساتھ ان کے بیگ اور پرس وغیرہ سنبھال کر چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ جوں توں جلسہ کی مارکی تک پہنچے یہاں یہ اچھا انتظام تھا کہ جوتوں کے لیے پولیتھین کے بیگ تھما دیے گئے۔ جلسہ گاہ پر نظر پڑتے ہی دل خوش ہو گیا اسی منظر کے لیے تو آنکھیں ترستی تھیں شناسا مسکراتے چہرے، کھلی باہیں، السلام علیکم کے تحفے سب کچھ موجود تھا۔ جلد ہی اذان ہو گئی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی روح پرور امامت میں نماز جمعہ ادا کی اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ وقفہ ہوا تو زوروں کی بھوک لگ چکی تھی۔ کھانے کی مارکی کچھ فاصلے پر تھی اور حال وہی تھا۔

اک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے لنگر خانہ کی دال روٹی کی خوشبو آ رہی تھی۔ یہ کھانا ساری عمر بڑے شوق سے کھایا ہے مگر کیچڑ میں کھڑے ہو کر پہلی دفعہ کھایا آنے جانے والی خواتین کے جوتوں سے اُڑنے والا کیچڑ کپڑوں کے نقش و نگار میں اضافہ کر رہا تھا۔ اس کے بعد ہاتھ دھونے گئے تو دیکھا کہ واش بیسن مٹی سے بھرے ہوئے تھے۔ لگتا تھا کہ خواتین نے ان میں جوتے دھوئے ہوں

گے۔ ہم نے لاہور اور فیصل آباد میں بارش کے بعد کے مناظر دیکھے ہوئے ہیں اس لیے یہ غنیمت لگا کہ یہ کیچڑ کالا اور بدبو دار نہ تھا بلکہ اپنے حدیقہ کی مٹی تھی۔ ہم خوش نصیب تھے کہ اس مٹی میں لت پت تھے۔

جلسہ کی کارروائی کے بعد یہ طے تھا کہ ہم بس سٹینڈ پر آجائیں ناصر صاحب، عمر اور بچے بھی وہیں ملیں گے۔ چلتے چلتے ایک نظر سٹالز پر ڈالی سامان سجا ہوا تھا مگر اس کو خریدنے والے یہاں پہنچ نہ سکتے تھے۔ پتہ نہیں خاطر خواہ بکری ہوئی ہوگی یا نہیں۔ بس سٹاپ پر بھی ایک جم غفیر تھا۔ بسیں بھی کافی تھیں انتظامیہ مصروف عمل تھی یہاں بھی خواتین کو پہلے سوار کرنے کا انتظام تھا۔ جلدی ہی ایک بس میں صبور کا ہاتھ پکڑے سوار ہونے میں کامیاب ہوگئی۔ خیال تھا کہ ہم پارکنگ لاٹ میں پہلے پہنچ کر اپنی گاڑی تلاش کریں گے اتنے میں مرد حضرات بھی آجائیں گے مگر بعد کے واقعات ان توقعات سے بہت مختلف تھے۔ ایک غلطی جس کا خمیازہ بھگتنا پڑا یہ ہوئی کہ گاڑی کی چابی لینے کا خیال نہ آیا۔ اگر ہمارے پاس چابی ہوتی تو ہم گاڑی کھول کر بیٹھ جاتے مگر اب تو غلطی ہو چکی تھی۔ پارکنگ لاٹ میں گاڑی کے پاس کھڑے کھڑے بارش شروع ہوگئی بھیگنے لگے تو درختوں کے نیچے کھڑے ہوگئے۔ آہستہ آہستہ بارش تیز ہوگئی۔

بارش میں نہانے کا بچپن کا شوق اب پورا ہو رہا تھا۔ نظریں اس طرف لگی ہوئی تھیں جہاں بسوں کو رُک کر سواریوں کو اتارنا تھا۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ کھڑے کھڑے بھیگتے بھیگتے تھک گئے۔ شام کا ملگجی اندھیرا گہرا ہونے لگا۔ رات نے اپنی زلفیں کھول دیں۔ خنک موسم میں انتظار، انتظار، انتظار یہ سب باتیں شاعری میں اچھی لگتی ہیں مگر ہوتی بہت دشوار ہیں۔ رابطہ کرنے کے لیے فون کرتے تو جواب میں ٹیپ چلتی کہ لائینیں مصروف ہیں۔ ساری پارکنگ لاٹ میں کبھی کبھار کوئی نظر آتا۔ وہاں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا اور وہ جو ایک مشغلہ تھا کہ بس کھڑی ہو تو اپنا جیون ساتھی تلاش کریں وہ بھی ہاتھ سے گیا۔ ناصر صاحب کے لیے اس قدر بے چینی سے انتظار کرنے کا اتفاق کم ہی ہوا تھا وہ بھی دیکھ لیتے تو خوش ہوتے۔ ہمیں یہ بھی خبر نہ تھی کہ دیر ہونے کی وجہ کیا ہے، خیر تو ہے؟ وہاں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔ بارش نے برقع اور لباس کی حدوں کو پھلانگ لیا تو ہلکی سی کپکپی مسلسل ساتھ لگ گئی۔ چاند تارے بادلوں کی اوٹ میں بے بس تھے۔ ایک اچھی بات یہ ہوئی کہ ٹیکسٹ میسج ملنے لگے۔ پتہ چلا کہ ادھر بھی وہی حال ہے۔ بسوں کی کمی کی وجہ سے باری باری سوار کروا رہے ہیں۔ میں نے اپنے بھتیجے رشید کو فون کیا اور پوچھا کہ آپ کہاں ہیں اس نے بتایا کہ گرم کمرے میں ایم ٹی اے لگا کر سارا منظر دیکھ رہے ہیں اور کھانا کھا رہے ہیں اور یہ کہ وہ جلسہ گاہ پہنچ ہی نہیں سکا تھا۔ پارکنگ لاٹ تک پہنچنے میں اتنا وقت لگ گیا تھا کہ وہ وہاں سے واپسی پر گاڑی نکلنے کا حشر سوچ کر واپس چلا گیا تھا۔ میں نے اس بات کا شکر کیا کہ اس کا مشورہ مان کر بیت الفتوح والی بسوں میں نہیں آئی اور اس پر بھی کہ اس کے ساتھ نہیں آئی پھر اتنا جلسہ بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ اس کے کھانا کھانے کے ذکر سے اپنی بھوک چمک اُٹھی مگر اس وقت ماہ رمضان کی مشق یاد آگئی۔ ہم نے دیکھا کہ اندھیرے میں کچھ بچے ہر گاڑی کے قریب جا کر اپنے امی ابو کو تلاش کر رہے تھے اسی طرح ایک ماں زور زور سے اپنے بچوں کو آوازیں دے رہی تھی دو مرد ہماری طرف چلتے ہوئے آتے دیکھے تو ہم کراچی والوں کو بڑا ڈر لگا مگر وہ بچارے ہماری خیریت پوچھ رہے تھے۔ اُن کا بھی وہی حال تھا پہلے آگئے تھے اور اب اپنی خواتین کے انتظار میں کھڑے تھے۔ جب اچھا خاصا بھیگ گئے تو خیال آیا کہ ہم نے صرف ایک غلطی نہیں کی کہ چابی نہیں لائے چھتریاں بھی گاڑی میں تھیں۔ صبور اشاروں کی زبان سے بات سمجھاتی ہے بار بار اپنے بچوں کو ٹھنڈ لگ جانے کا فکر کر رہی تھی کیونکہ ان کی جیکٹیں بھی گاڑی میں تھیں۔ یہ سب فکر کیا کم تھے کہ جنگل سے عجیب عجیب آوازیں آنے لگیں ہمیں وہاں کھڑے پانچ گھنٹے ہوگئے ہوں گے۔ قریب ہی ایک گاڑی کی لائٹیں آن ہوئیں۔ اس میں دو خواتین آکر بیٹھیں اور اپنے مردوں کا انتظار کرنے لگیں۔ اُن پر بہت رشک آیا۔ تھوڑی دیر جھجکنے کے بعد میں نے اُن سے پوچھا کیا ہم کچھ دیر آپ کی گاڑی میں بیٹھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا بھلا کرے ہمیں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ اُس وقت گرم گاڑی میں بیٹھنا بہت نعمت لگا۔

دل سے ایک بے ساختہ دعا نکلی کہ ہمارے مرد ان کے مردوں سے پہلے آجائیں تاکہ ایک دفعہ پھر ہمیں بارش میں نہ کھڑا ہونا پڑے اور یہ دعا فوراً قبول ہوگئی ہماری گاڑی کی بتیاں روشن ہوگئیں ہم نے اُن خواتین کا شکریہ ادا کیا اور تیزی سے اپنی گاڑی میں آگئے۔ بچے بری طرح بھیگے ہوئے تھے بلکہ کانپ رہے تھے خیال تھا کہ بیٹھتے ہی تھکن، بوریت، کوفت، موسم اور انتظام میں خامیوں کا شکوہ شروع ہو جائے گا۔ مگر یہ تو سب بہت خوش تھے اور خوشی کی وجہ جو بتائی وہ ساری عمر خوش رہنے کے قابل تھی۔ ناصر صاحب نے بتایا کہ

جب وہ سر پر رومال رکھے بارش میں کھڑے تھے تو پیارے حضور کیچڑ میں چلتے ہوئے تشریف لے آئے۔ اُن کو اپنے درمیان دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سب کو تسلّی دی اور ناصر صاحب کو سر پر رومال رکھے دیکھ کر فرمایا

آپ چھتری کیوں نہیں لائے تھے۔

انہوں نے عرض کیا کہ صبح فورکاسٹ میں بارش نہیں تھی

حضور نے فرمایا

یہاں کا موسم بہت بے اعتبار ہے۔

پیارے حضور کو جب علم ہوا ہو گا کہ لوگ بارش میں بھیگ رہے ہیں تو اپنا آرام چھوڑ کر باہر آ گئے سب کا حوصلہ بڑھایا خود بھی بارش میں کھڑے رہے۔ حضور انور کو اپنے درمیان پا کر ساری توجہ آپ کی طرف ہو گئی ہو گی پھر تو بسیں لیٹ ہونے کی کسے پرواہ تھی۔۔۔

گھر پہنچ کر ایم ٹی اے آن کیا تو اعلان ہو رہا تھا کہ لندن میں رہنے والے کل جلسہ اپنے گھر یا مساجد میں دیکھیں۔ بہت بڑے طوفان کی پیشگوئی ہے۔ ہم نے ہفتے کا جلسہ گھر پہ اور اتوار کا بیت الفتوح میں سُنا۔ اس کے بعد جہاں بھی گئے جس سے بھی ملے جلسہ کی باتیں ہوتی رہیں۔ سب کی کہانی الگ تھی۔ وہ بھی تھے جو سارا دن گاڑیوں میں رہے آدھی رات کو واپس آئے جلسہ گاہ تک پہنچ بھی نہ سکے۔ خیر ہماری کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی۔ بے حد اہم بات یہ ہے کہ ہم حضرت صاحب کی دعا کی قبولیت کے چشم دید گواہ بن گئے۔ وہ اس طرح کہ ہمارے گھر کے افراد کی عمریں آٹھ سے ستر سال تک تھیں اور ہم گھنٹوں بارش میں بھیگتے اور سردی میں ٹھٹھرے رہے تھے، ڈر تھا کہ سب بیمار پڑیں گے مگر کسی کو ایک چھینک بھی نہ آئی کیونکہ جب ہم گھر آ کر گرم کمروں میں سو گئے تھے ہمارے آقا اللہ تعالیٰ سے ہماری صحت و عافیت کی بھیک مانگ رہے تھے۔ ہماری سلامتی کی دعائیں کر رہے تھے۔ یہ ہیں خلافت کی برکات۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس برکت سے متمتع ہونے اور ان نعماء پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار رہنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

اپنی داستان ۳۱ اگست ۲۰۰۷ء کے خطبہ جمعہ میں بیان فرمودہ پیارے آقا کے انمول الفاظ پہ ختم کرتی ہوں

'عورتیں بچے بسوں کے انتظار میں کئی کئی گھنٹے بارش میں بھیگتے رہے اور بڑے آرام سے کھڑے رہے معمولی سا کہیں کوئی واقعہ پیش آیا ہو گا لیکن عمومی طور پر بڑے آرام سے کھڑے رہے بعض چار پانچ گھنٹے تک کھڑے رہے بلکہ اکثر نے شاید رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تو ان کو یوں کھڑا دیکھ کر کچھ دیر کے لئے میں بھی ان کے پاس گیا تو یوں کھڑے ہنس رہے تھے اور خوش تھے جیسے انتہائی آرام دہ موسم میں کھڑے ہوں حالانکہ اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ جماعت بھی عجیب جماعت ہے پیار آتا ہے اس جماعت پر۔ بچوں کو' بوڑھوں کو' عورتوں کو بھیگتے دیکھ کر مجھے بے چینی شروع ہو گئی تھی بلکہ پوری رات ہی بے چینی رہی میں استغفار بھی کرتا رہا' اللہ تعالیٰ سے ان کی صحت و سلامتی کی بھیک بھی مانگتا رہا کہ اس موسم کی وجہ سے ان کو کوئی تکلیف نہ ہو'

(الفضل انٹرنیشنل ۲۴ اگست ۲۰۰۷ تا ۳۰ اگست ۲۰۰۷)

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

قارئین کرام! آپ نے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جماعت سے پیار کا یہ واقعہ پڑھا۔ اب جو بات لکھ رہی ہوں وہ آپ کی طلسماتی یادداشت اور حاضر دماغی کا محیر العقول واقعہ ہے۔۔ یہ ذہن میں رہے کہ بارش میں بھیگنے والا واقعہ ۲۰۰۷ء کا ہے۔ اور اب بات ہو رہی ہے ۲۰۱۵ء کی۔ یعنی دونوں باتوں میں آٹھ سال کا فاصلہ ہے۔

جلسہ سالانہ یوکے ۲۰۱۵ء میں شمولیت کی سعادت پانے والوں میں خاکسار کا بڑا بیٹا' بہو اور بچے بھی شامل تھے۔ جلسے کے بعد ۲۷/ اگست کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی نعمت میسر آئی۔ ملاقات کے دوران ڈیوٹی دینے والوں کی حسن کارکردگی کا ذکر تھا فوزیہ نے اپنا ایک اچھا تجربہ عرض کیا کہ 'حضور میں ابھی گیٹ سے کچھ فاصلے پر تھی کہ بارش شروع ہو گئی ایک ڈیوٹی دینے والے لڑکے نے جو مجھے جانتا بھی نہیں تھا اپنی چھتری مجھے تھما دی اور کہا کہ آپ گیٹ تک پہنچیں گی تو میں بھاگ کر آپ سے لے لوں گا۔ میرا بارش سے بچاؤ ہو گیا اور اس نے گیٹ پر آ کر اپنی چھتری لے لی'

حضور نے مسکرا کر فرمایا

اس نے سوچا ہو گا آپ کے سسر بارش میں بھیگے تھے آپ بھی نہ بھیگیں

اس نے واپس آ کر مجھ سے پوچھا کہ ایسا کیا ہوا تھا اور کب کی بات ہے؟

بات تو مجھے فوراً یاد آ گئی مگر حیرت کے سمندر میں ڈوب گئی سچ ہے خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور پھر حضرت مسرور کے ساتھ توانی معک کا وعدہ بھی ہے۔ ناصر

صاحب بھی حیران ہو کر بار بار کہہ رہے تھے۔ہم جیسے حقیر فقیر بھی حضور کو یاد رہے۔ تھا تو یہ ایک چھوٹا سا جملہ مگر اس ایک جملے میں شکر کے کئی پہلو ہیں۔ جو ہمارے خاندان کے لئے نعمت عظمیٰ ہیں۔

اگر ہر بال ہو جائے سخن ور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

آپ کی دعا کی قبولیت، تبحر علمی، یادداشت، قیافہ شناسی، ذرہ نوازی اور حسن سلوک کے نادر و نایاب واقعات زبان زدِ عام ہیں۔ جنہیں سن کر دل حمد و ثنا سے بھر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے حضور کو خیر و عافیت کے ساتھ بابرکت بامراد طویل زندگی سے نوازے اور ہم پہلے سے بڑھ کر آپ سے فیض پاتے رہیں آمین اللّٰھم آمین

دعا دعا جلسے

امتہ الباری ناصر

مسیح پاک کا احساں دعا دعا جلسے — برائے ذکرِ الٰہی و مصطفیٰ ﷺ جلسے
پھلوں سے لد گیا زندہ شجر مسیحا کا — کہ سلسلے کا دکھاتے ہیں ارتقاء جلسے
قرآن، نظمیں، تقاریر نور کی بارش — ہیں راہِ حق کے مسافر کے رہنما جلسے
یہ سلسبیل رہے جاری علم و عرفاں کی — سماعتوں کے لئے شہد کا مزا جلسے
ہے کتنا برکتوں والا یہ رزق لنگر کا — ہماری روح کی اور جسم کی غذا جلسے
یہ ننھے ساقی لئے آبگینے گھومتے ہیں — بہت ہی لگتے ہیں بچوں سے خوش نما جلسے
خدا کے ہاتھ کا پودا جہاں میں پھیل گیا — تمام دنیا میں ہوتے ہیں جا بجا جلسے
ہر ایک عمر کے اور رنگ و نسل کے احباب — بڑے ہی چاؤ سے کہتے ہیں مرحبا جلسے
نہیں نظیر کہیں ایسے اجتماعوں کی — وہ کم نصیب ہیں جن کو ہیں ناروا جلسے

ایک بے لوث اور بے ریا خادمِ دین

مکرم سیّد فضل احمد صاحب

اذکروا موتٰکم بالخیر

امتیاز احمد راجیکی

بدری صحابہ کی سیرت و سوانح پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات کے سلسلے نے جہاں ان پاکباز مجاہدوں کے حالات سے آگاہی کے سامان مہیا کیے وہاں ان کی قربانیوں کی داستانیں ہر دور میں عشق و وفا اور صدق وصفا کی منزلوں پر گامزن جاں نثاروں کے لیے مہمیزِ سفر کا باعث بن گئیں۔ آقائے دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکارمِ اخلاق کے جن محاسنِ قدسیہ کی تخم ریزی اپنے غلاموں میں کی وہ زماں بہ زماں، مکاں بہ مکاں، نسل در نسل اور فصل در فصل آپ ﷺ کے چمن زارِ حیات کی فصلِ بہاراں کے پھول و پھل، گل وگلزار بنے ہر دور میں جابجا سجے دکھائی دیتے ہیں۔

اور اسی کا تتمہ دورِ حاضر میں آنحضور ﷺ کے غلام صادق مسیح الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے متبعین "و آخرین منھم لما یلحقوا بھم" کی تفسیر بنے ان یادوں کو اس طرح زندہ رکھے ہوئے ہیں کہ کسی حال میں بھی عشق و وفا کے ستارے ماند نہ پڑ جائیں۔ صدق و صفا کی داستانیں پھیکی نہ پڑنے پائیں۔

انہیں یادوں کا امین، انہیں روایتوں کا علمبردار، ایک روشن ستارہ اپنے سفر کی مسافتیں بہت جلد جلد طے کر کے اپنی منزلِ مطلوب، اپنے مقصودِ حیات کو پا گیا۔ 25 فروری 2019 کی صبح جان کی بازی ہار جانے والا ہمارا پیارا بھائی، ہمارا رفیق، سیّد فضل احمد اپنے مطلوب ومنتہا کی بازی جیت گیا۔

اس چھریرے بدن اور پھرتیلے جسم والے اور اس سے بھی زیادہ چاک وچوبند ذہن والے وجود میں خدا جانے کیا کیا بجلیاں پنہاں تھیں کہ ہر موڑ پر، ہر گوٹ پر اپنی چمکار دکھلاتیں۔ــــــــ کوئی مجلس ہو، کوئی محفل ہو، کوئی مشکل ہو یا منزل۔ــــــــ ایک مسکراتا ہوا حلیم سا، متین سا اور امر واقعہ مسکین سا چہرہ دکھائی دیتا۔ کسی طرف سے صدا بلند ہو، کسی جانب سے التجا آئے، "لبّیک" کے سوا کوئی جواب نہ ملتا۔

سیّد فضل احمد نے اپنی زندگی کا مقصدِ وحید بنا رکھا تھا کہ خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کا کوئی بھی موقع ہو اس سے محروم کیوں رہا جائے چاہے وہ کتنا ہی بوجھل کیوں نہ کر دینے والا ہو۔ اور پھر اس بوجھ کو اس خوش اسلوبی سے اٹھاتے کہ کسی طور پر بھی اس کی انجام دہی میں ناانصافی نہ ہونے پاتی۔

جو بھی ذمہ داری ایک دفعہ ڈال دی جاتی اس کی ادائیگی میں اپنی ہر صلاحیت، اپنا تن من دھن ایک کر دیتے۔ اسے کما حقہٗ انجام تک پہنچانا آپ کا فرضِ اولین بن جاتا۔ خدا تعالیٰ نے اس وجود میں اتنی ہمہ گیر خوبیاں اور صلاحیتیں رکھ چھوڑی تھیں اور ایسا ذہن رسا عطا فرمایا تھا کہ بیک وقت کئی کئی کام بڑی مستعدی اور سرعت سے انجام دیئے چلے جاتے۔ اور اس دوران میں کثرت سے درود اور استغفار کا ورد کرتے رہتے۔ آپ سے گفتگو کرتے ہوئے بھی احساس ہوتا کہ درونِ پردہ زیرِلب ذکرِ الٰہی میں مصروف ہیں۔

سیّد فضل احمد صاحب نے خلافت سے وفا اور نظامِ جماعت سے وابستگی اور اطاعت میں اپنے آباؑ کے معیار کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ حتی المقدور اسے آگے سے آگے بڑھانے کی سعی میں ہر لمحے گامزن رہے۔ بچپن ہی سے گوناگوں جماعتی مشاغل میں شرکت کرنے والے اس وجود نے جب عملی زندگی میں قدم رکھا تو اسی سرچشمۂ فیض اور اسی اصولِ زریں کو اپنایا کہ ہماری ہر سوچ اور عمل کا محور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے اور ہمارا ہر لمحہ خدمتِ دین کے لیے وقف ہے؛ چنانچہ ہم سے کوئی عمل بھی ایسا نہ سرزد ہونے پائے جس سے جماعت کی نیک نامی پر حرف آتا ہو۔

سیّد فضل احمد کے خاندان کا تعلق متحدہ ہندوستان میں صوبہ بہار کے ایک معزز سادات گھرانے سے تھا۔ آپ فی الحقیقت ددھیال، ننھیال دونوں اطراف سے معزز خاندانوں کے چشم و چراغ ہونے کے باعث "نجیب الطرفین" تھے۔ آپ کے دادا مکرم سیّد عبدالغفار صاحب نے 1907 میں حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانے میں بذریعہ خط بیعت کی تاہم دستی بیعت کا شرف انہیں دسمبر 1913 میں قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں حاصل ہوا۔ آپ کے نانا مکرم عبداللطیف صاحب اور حضرت سیّدہ آپا سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد بزرگوار مکرم عبدالماجد صاحب دونوں سگے خالہ زاد بھائی تھے۔

سیّد فضل احمد کے والدِ گرامی مکرم سیّد عبدالستار مرحوم نے برٹش انڈین آرمی سے عملی زندگی کا آغاز کیا اور پاکستان بننے کے بعد چٹا گانگ میں کچھ عرصہ ملازمت کے بعد ڈھاکہ (میرپور) میں سکونت پذیر ہو گئے جہاں 9 اگست 1956 کو سیّد فضل احمد کی ولادت ہوئی۔ بعد ازاں روزگار کے سلسلے میں دوبارہ چٹاگانگ میں رہائش اختیار کی؛ تاہم سیّد فضل کی تعلیم کا زیادہ تر دور کراچی ہی میں گزرا۔ حسنِ اتفاق سے سقوطِ ڈھاکہ کے وقت سیّد عبدالستار صاحب بھی مغربی پاکستان میں تھے۔ چنانچہ پھر یہ فیملی مستقلاً یہیں کی ہو کر رہ گئی۔ سیّد فضل نے مائیکروبیالوجی میں گریجویشن کی اور بعد ازاں امریکن یونیورسٹی سے ایم۔بی۔اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔ اس تعلیم اور مرک (Merck) بیچم (Beecham) گیلیکسو (Galaxo-GSK) جیسی ادویات بنانے والی مشہورِ زمانہ کمپنیوں کے نمائندہ فروش کار (Sales Representative) کی حیثیت سے عملی تجربے نے آپ کی قدرتی صلاحیتوں کو جلا بخشی جس سے آپ نے جماعتی خدمات میں بہ احسن رنگ میں فائدہ اٹھایا۔

لمبا عرصہ آپ کو مڈل ایسٹ میں بھی خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کی توفیق ملی۔ دوبئی کے امیر کی حیثیت سے آپ کا سارا گھر جماعتی خدمات اور مشاغل کے لیے وقف تھا۔ چونکہ وہاں باقاعدہ اپنی مسجد بنانے کی اجازت نہ تھی، اس لیے جمعہ کے علاوہ نمازوں اور دیگر جماعتی مصروفیات کا سارا بندوبست آپ کے ہاں ہی ہوتا۔ اُس دور میں اللہ تعالیٰ نے مالی کشائش بھی دی اور ایک فیاض دل بھی عطا فرمایا۔ چنانچہ عملاً آپ نے اپنا سب کچھ جماعت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ کی خدمات کی یاد میں وہاں کی جماعت نے مقامی مشن ہاؤس کا نام اب "فضل سنٹر" رکھ دیا ہے۔

1999 میں آپ کے امریکہ آنے پر مجھے قریباً بیس سال آپ کو بہت قریب سے دیکھنے اور ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ اس کے ہر لمحے میں یہی محسوس ہوا کہ چاہے کوئی کتنی کوشش کرلے اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ خدمتِ دین کے ہر میدان میں سب سے پہلے قدم رکھنے والا یہی وجود ہوتا۔ جہاں بھی کوئی کام نظر آتا فوراً اس پر گویا پل پڑتے۔ باتھ روموں، گندی نالیوں کی صفائی ہو، مسجد میں ویکیوم لگانا ہو، کسی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کرنی ہو۔ کھانا تیار کرنا یا سَرو کرنا ہو۔ تبلیغی سٹال لگانا ہو یا گرجا گھروں اور سکولوں میں اسلام کے متعلق لیکچر دینے ہوں۔ جماعت کے

انتظامی امور کی نگہداشت مقصود ہو یا غیر جماعتی افسرانِ بالا سے ملاقاتیں کرنی ہوں۔ غرض کوئی ایسا میدان نہ تھا جس میں آپ سب سے آگے نہ ہوں اور جہاں کسی انعام، اعزاز یا سہولت کا امکان ہو وہاں سب سے آخر میں کھڑے ہوتے۔ مَیں نے بیس سال میں ایک بار بھی نہیں دیکھا کہ کسی تقریب میں جب تک تمام مہمان کھانا نہ کھالیں آپ نے کھانے کو ہاتھ بھی لگایا ہو۔ سیّد صاحب کے بعد مجھے زعیم انصار اللہ فلاڈلفیا کی خدمت کا موقع ملا تو مَیں نے ایک بار آپ کو پکڑ لیا اور کہا: "اب مَیں آپ کا افسر ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ مجھ سے پہلے کھائیں۔" "حکم" کی تعمیل میں ساتھ بیٹھ گئے لیکن منہ میں نوالا اسی وقت ڈالا جب مَیں نے کھانا شروع کر دیا۔ مَیں نے کہا، "صاحب، آپ سے کوئی جیت نہیں سکتا۔"

سیّد فضل نے ذریعہ معاش کے لیے ابتداً ادویات کے سیلز مین اور بعد ازاں انشورنش کے آزاد ٹھیکیدار (Independent Contrator) کا کام بھی عمداً ایسا چنا کہ کسی کا ملازم ہونے کے باعث وقت کی پابندی اور بندھ جانے کا امکان نہ ہو۔ اس سہولت اور اپنی بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کو جماعت ہائے امریکہ کے متعدد شعبوں میں اعلیٰ درجے کے منتظم کی حیثیت سے خدمات بجا لانے کا موقع ملا۔ جماعت کے قاضی، اسسٹنٹ نیشنل سیکریٹری وقفِ نو، اسسٹنٹ نیشنل سیکریٹری تعلیم القرآن و وقفِ عارضی، ریجنل ناظم انصاراللہ، اور سترہ سال تک فلاڈلفیا جماعت کے جنرل سیکریٹری کے علاوہ متعدد جز و وقتی عہدوں پر کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ کے دورِ زعامت میں مجلس انصاراللہ فلاڈلفیا بہت پیچھے سے آکر چوٹی کی دو تین مجالس میں شامل ہو گئی۔ مزید برآں آپ کو ذاتی یا جماعتی کسی بھی کام کے لیے جب بھی پکارا جاتا فوراً حاضر ہو جاتے۔

سیّد فضل احمد مرحوم کا ایک بہت بڑا احسان جو صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتا ہے؛ بچوں، بچیوں اور نوجوانوں کی عملی تربیت ہے۔ آپ کے مزاج میں بڑی ملائمت، شگفتگی اور بے تکلفی تھی۔ ہر طبقۂ فکر و عمل میں بڑی جلدی گھل مل جانے کی وجہ سے ہر کوئی آپ کا دلدادہ ہو جاتا۔ نوجوانوں کی تربیت اس رنگ میں کرتے کہ ہر مشکل سے مشکل کام میں خود آگے بڑھ کر پہل کرتے اور آپ کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس کارِ خیر میں شامل ہو جاتے۔ آج ایسٹ کوسٹ کی جماعتوں اور خاص طور پر فلاڈلفیا کے بہت سے نوخیز خدمتگار برملا اعتراف کرتے ہیں کہ سیّد فضل ہی ان کے معلم، مرشد (mentor) اور رہنما (guide) تھے۔ اُنہیں سے ہم نے جماعت کے ساتھ گہری وابستگی اور خدمتِ دین کے اسلوب سیکھے ہیں۔ فلاڈلفیا کے لیے ان کی ایک اہم خدمت صدر جماعت برادرم مکرم چوہدری مجیب اللہ صاحب کے ساتھ مل کر ایک مسلسل جدوجہد تھی جس کے نتیجے میں مقامی افریقن امریکن احمدیوں کے ساتھ یکجہتی، ہم آہنگی اور محبت کی بہتر فضا کا قیام ہے جس کے باعث یہ جماعت ملک میں ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔

جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کے تعلیم القرآن و وقفِ عارضی اور وقفِ نو دو ایسے شعبے ہیں جہاں آپ کی خدمات ہمیشہ سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔ قرآنِ کریم کے ساتھ آپ کو ایک عشق تھا۔ خود بھی اسے ترتیل کے ساتھ سیکھنے میں مصروف رہتے اور دوسروں کی بھی رہنمائی کرتے۔ مگر خصوصیت سے ایک ایک ماہ اور دو دو ہفتوں کی "حفظ القرآن" کلاسوں کا اجرا آپ کا ایک غیر معمولی کارنامہ ہے۔ آپ نے جن نامساعد حالات میں انہیں مستحکم کیا وہ جان جوکھوں کا کام تھا۔ اپنے گھر بار سے دور مسجد "بیت الرحمٰن" (میری لینڈ) اور مسجد "بیت النصر" (نیو جرسی) میں ان بچوں بچیوں کے قیام و طعام اور ٹیوٹرنگ (Tutoring) کا بندوبست فی الحقیقت جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ یہ بچے ساری عمر کے لیے اس وجود سے محبت اور ممنونیت کے جذبات کے ساتھ وابستہ ہو جاتے۔ آپ کی وفات سے ایک روز قبل آرلینڈو (Orlando) جماعت کی میٹنگ میں میری اہلیہ نے فضل صاحب کی صحت کی کیفیت بتائی اور دعا کی درخواست کی تو ایک بچی جس نے پندرہ سال قبل پہلی حفظ کلاس میں شرکت کی تھی بے اختیار رو پڑی کہ وہ تو اتنے محسن اور پیارے انسان ہیں۔

سیّد فضل اور آپ کی اہلیہ عزیزہ امۃ الحمید منیرہ دونوں نے بڑی چھوٹی عمر میں نظامِ وصیت میں شمولیت کی سعادت پائی تھی۔ انہوں نے اپنے بچوں کو وقفِ نو میں شامل کیا اور وہ بھی سکول کے زمانے میں اس بابرکت

نظام میں داخل ہو گئے۔ بڑے بیٹے کو جامعہ کینیڈا کے ابتدائی سالوں میں تعلیم کے لیے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کے تحت وہ وہاں تعلیم مکمل نہ کر سکا۔ سیّد صاحب کو اس کا بڑا قلق تھا۔ مگر آپ نے اس محرومی کا مداوا بڑے مثبت رنگ میں کیا کہ اپنے آپ کو وقفِ نو بچوں اور جامعہ کے لیے گویا مکمل طور پر وقف کر دیا۔ آپ ملک کے ہر وقفِ نو کے بچے اور ان کے والدین کے ساتھ ذاتی تعلق رکھتے اور جب وہ سکول کی تعلیم مکمل کرنے کو پہنچتے تو وقفِ زندگی کے مدارج اور انعامات سے آگاہ کرتے اور جامعہ کی تعلیم کے لیے آمادہ کرتے۔ اس سلسلے میں ہر سال عموماً ولنگبرو (نیو جرسی) میں جامعہ کے تعارفی (Orientation) کورس کا بھی انعقاد کیا جاتا۔ بچوں کے والدین کے ساتھ بھی ہر دکھ سکھ، اونچ نیچ اور مسائل کے حل میں شریک ہوتے۔ آپ کا ان کے ساتھ بڑا مشفقانہ سلوک ہوتا۔ ہمیشہ ایک بڑے بھائی اور شفیق باپ کی طرح پیش آتے جس میں احترام بھی ہوتا اور بے تکلفی بھی۔ ایک ایسی مقناطیسی کشش آپ میں پائی جاتی تھی جو ہر کسی کو آپ کا گرویدہ بنا دیتی۔ ڈاکٹر سہیل حسین نے آپ کی وفات پر لکھا:

"وقفِ نو کے بچوں کے سلسلے میں جب بھی کال کرتے اس میں انتہائی محبت، اپنائیت اور احترام ہوتا۔ میری اہلیہ کو ہمارے بیٹے کے حوالے سے "اُمِّ خالد" کہہ کر پکارتے۔ اِس اندازِ تکلّم کو ہم سب بڑی محبت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔"

سیّد فضل کی انگنت خوبیاں اور خدمات تو ایک خوشنما کتاب ہے جس کا جو باب بھی کھولیں نیا رنگ، نیا ذوق، نیا نکھار پیش کرتا جاتا ہے، مگر جس شے نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ آپ کے اندر ایک "خوف" تھا۔ ہر لمحے اس بات سے لرزاں رہتے کہ کہیں کسی کام میں کوئی ایسی ریا یا دکھاوا نہ آ جائے کہ خدا تعالیٰ کی درگاہ سے سارا عمل اور نتیجۂ سارا وجود ہی گر جائے۔

ایک بار مجھے سیّد صاحب کے ساتھ امریکہ کے جنوب مغربی کونے سان ڈیگو (San Diego) سے وینکوور (Vancouver) کینیڈا تک بذریعہ کار سفر کرنے کا موقع ملا۔ اس میں آپ کی ہمت، حوصلہ کے ساتھ ساتھ آپ کی طبیعت کی خوش خلقی، شگفتگی اور بذلہ سنجی بھی ملاحظہ کی۔ اس دوران میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں، احسانوں اور خدمتِ دین کی راہ میں غیر معمولی معجزانہ تائید و نصرت کے جو واقعات بتائے انہیں سن کر دل خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر سے بھر جاتا تھا کہ ربِّ کریم نے مسیح موعود علیہ السلام کے ان عاجز غلاموں کو کس طرح نوازا اور مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائی۔ مَیں نے سیّد صاحب سے بارہا کہا کہ خدارا، ان واقعات کو محفوظ کر دیں۔ اور نہیں تو صرف بولتے جائیں اور ٹیپ کر لیں؛ کیونکہ یہ باتیں کوئی ہماری خوبی یا اعزاز نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایات اور نوازشات ہیں اور سیّدنا مسیحِ پاک علیہ السلام کی جماعت کی مقدس امانت ہیں کہ حضورؑ کی بعثت کی بدولت ہم نے ایک زندہ خدا کا وجود پایا جو ہر لمحے ہماری عاجزانہ دعائیں سنتا، قبول کرتا اور غیب سے معجزانہ تصرف کے ساتھ نصرت و اعانت کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ مَیں نے بہت کہا کہ اب نہیں تو دو سو سال بعد لوگ دیکھیں گے اور رشک کریں گے کہ تابعین کا دور کیسا درخشاں اور روح پرور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان عاجز سے، جھکے جھکے سے سر نگوں بندوں کو کس طرح حضرت اقدس علیہ السلام کی قوتِ قدسیہ کے نتیجے میں پھر سے زندہ اور سر بلند کر دیا اور فی ذاتہٖ ایک نشان بنا دیا۔——— مگر سیّد فضل ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ:

"مجھے حیا آتی ہے اور خوف ہے کہ کہیں یہ ریا اور دکھاوے کا باعث نہ بن جائے۔" آپ کا ہمیشہ یہی طریق رہا کہ "بس کام ہو، نام نہ ہو۔"

آپ کے اس اندازِ فکر اور طرزِ عمل کا ایک مظاہرہ مَیں نے اُس وقت بھی دیکھا جب کئی سال پہلے مسجد "بیت العافیت" فلاڈلفیا کا سنگِ بنیاد رکھا جا رہا تھا۔ اس ساری تقریب کے روحِ رواں اور کرتا دھرتا سیّد فضل ہی تھے۔ سٹیج سیکریٹری کی حیثیت سے آپ ایک ایک نام پکارتے اور اینٹ رکھنے کی سعادت سے مشرف کرتے۔ مجھ جیسے کم مایہ اور اپنے ماتحت کو بھی ایک اینٹ تھما دی مگر خود وہ اتنا بے نفس، بے لوث اور بے ریا انسان تھا کہ اس تاریخی سعادت میں شامل ہونے کی خاطر ایک اینٹ بھی اپنے لیے نہ بچا کر رکھی۔ بعد ازاں جب مَیں نے ایک مضمون لکھنے کے لیے ناموں کی فہرست ملاحظہ کی تو اس میں بھی سیّد فضل کا نام نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ میں ایک سے ایک بڑھ کر خادمِ دین پیدا فرماتا چلا جاتا ہے کہ یہی "دورِ آخرین" میں مسیح پاکؑ کی اس زندہ جماعت کا

مقدر ہے۔ مگر مَیں بصمیمِ قلب کہہ سکتا ہوں کہ جتنے مخلص خدمتگاروں کے ساتھ مجھے کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، ان میں یہ بے نفس، بے لوث اور بے ریا مجاہد سرِ فہرست ہے۔ مَیں ذاتی طور پر ہمیشہ آپ کا ممنونِ احسان رہوں گا کہ مجھے آپ کے قرب سے بہت فیض پانے کا موقع ملا۔ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہونے کے باوجود رتبے، خدمتِ دین اور فیض رسانی میں بہت بلند تر وجود تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا ایک شخص میں اتنے رنگ سا کیسے گئے۔

آپ کی طبیعت میں صبر، برداشت اور زندہ دلی و خوش مزاجی کا ایسا حسین امتزاج تھا کہ باوجود تکلیف اور مشکلات کے ہمیشہ مسکراتے رہتے اور فضا کو خوشگوار بنانے کے لیے کوئی نہ کوئی چٹکلا چھوڑتے رہتے۔ اکثر منیر نیازی کے یہ اشعار گنگناتے رہتے:

"کُجھ اُنج وی راہواں اوکھیاں سن

کُجھ دِل وِچ غم داطوق وِی سی

کُجھ شہر دے لوک وِی ظالم سن

کُجھ سانوں مَرَن داشوق وِی سی

کبھی کبھی مَیں سوچتا ہوں، جس طرح وہ اپنے اور دوسروں کے غم سینے میں سمیٹے رہتے اور دوسروں کے دکھوں کے مداوا میں اپنا سینہ چھلنی کیے رکھتے، یہ اشعار شاید آپ کی زندگی پر کسی نہ کسی رنگ میں منطبق بھی ہوتے تھے۔

سیّد فضل صاحب کو بہت عرصہ پہلے "انتقالِ خون" (Blood Transfusion) کی وجہ سے سوزشِ جگر (Hepatitis) کا مرض لاحق ہو گیا تھا مگر آپ نے اپنی زندگی کو اتنا فعال اور کارآمد بنائے رکھا کہ آپ کے معمولاتِ زندگی پر کوئی بد اثر نہ پڑا۔ تاہم قریباً چھ سال پہلے جب اس بیماری نے لا علاج موذی کینسر کی شکل اختیار کر لی اور ڈاکٹروں نے صرف چھ ماہ زندگی کی مہلت کی امید دلائی تو دونوں میاں بیوی نے مایوسی اور دِل گرفتگی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکّل کرتے ہوئے ہمت اور اولوالعزمی کی مثال قائم کر دی۔ سیّد فضل کی اہلیہ نے ہر قسم کے علاج معالجے، غذا اور معمولاتِ زندگی میں اعتدال و توازن کے ساتھ آپ کی خدمت کی انتہا کر دی۔ دوسری طرف آپ نے بھی اپنی بقیہ زندگی کے ہر لمحے کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر خدمتِ دین کے واسطے وقف کر چھوڑا۔ اور خدائے کریم نے بھی ان بظاہر معذوری اور مجبوری کے چھ مہینوں کو اعلیٰ درجے کے فعال اور فیض رساں چھ سالوں پر محیط کر دیا۔

مسجد "بیت العافیت" فلاڈلفیا میں مورخہ 2 مارچ کو ملک کے کونے کونے سے ایک جمِّ غفیر سیّد مرحوم کی نمازِ جنازہ میں شرکت کو پہنچا ہوا تھا۔ اس موقع پر جس طرح غیر از جماعت اور احبابِ جماعت نے آپ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کیا، انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یہ وجود تھا کیا؟ چھوٹے چھوٹے بچوں نے آپ کی محبت اور حسنِ سلوک کے گن گائے۔ اور آزمودہ کار خادمینِ سلسلہ نے آپ کے احساسِ ذمہ داری اور خصوصی فیض رسانی کے تذکرے بیان کیے۔

صدر جماعت فلاڈلفیا مکرم برادرم چوہدری مجیب اللہ صاحب نے کہا کہ سیّد فضل بڑے صاحبِ علم اور صائب الرائے انسان تھے مگر نظامِ جماعت کے اتنے پابند تھے کہ کبھی بغیر اجازت اور بلا طلبی کے اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ تمام مجلسِ عاملہ کے ممبران کو ذاتی ناموں کی بجائے ان کے عہدے کے حوالے سے یاد کرتے۔ اس میں ایک تو ان کا احترام مقصود ہوتا دوسرا درونِ خانہ یہ پیغام ہوتا کہ یہ عہدہ ایک انعام اور اعزاز ہے جو خدا تعالیٰ کی جانب سے نظامِ جماعت کے توسط سے بطور امانت عطا کیا گیا ہے۔ کیا ہم اس امانت سے وابستہ حقوق و فرائض کی کما حقہٗ ادائیگی کر رہے ہیں؟ صدر صاحب نے مزید کہا کہ فضل صاحب کو جب بھی کوئی کام دیا جاتا، بغیر حیل و حجت اور تاخیر کے اپنی پوری ذمہ داری سے سرانجام دیتے۔ رات نو بجے ہیڈ کوارٹر سے کسی امر کی انکوائری موصول ہوتی، ساڑھے نو بجے اس کا جواب تیار کر کے لے آتے۔ اپنی کمزور صحت اور بیماری کے باوجود پچھلے کئی سالوں میں فلاڈلفیا کی مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں فنڈز اور عطیات کی وصولی کے لیے صدر صاحب جماعت کے ساتھ ملک بھر کے دورے کرنے کا موقع ملتا رہا۔ آپ نے ایک خوبصورت پیکیج تیار کر رکھا تھا جس میں فلاڈلفیا کی تاریخی حیثیت، حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد اور سارے مشن کی اہمیت و افادیت بڑے متاثر کن انداز میں پیش کی گئی تھی۔ صدر جماعت جب بھی فون کرتے کہ آج

فلاں جگہ جانے کا پروگرام ہے، آپ کا جواب ہوتا: "پانچ منٹ میں حاضر ہوتا ہوں۔" اور یہ پانچ منٹ دراصل دونوں گھروں کا درمیانی فاصلہ تھا۔

مسجد کی تعمیر کے آخری مراحل میں حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت مزید ڈیڑھ ملّین ڈالرز کے عطیات کی فراہمی کے لیے سیّد فضل صاحب نہ صرف اپنے تمام روابط کو بروئے کار لائے، مختلف جماعتوں کے متعدد دورے کیے اور مخیر حضرات سے ذاتی تعلقات کی بنا پر فنڈز وصول کیے بلکہ اپنی تمام جمع شدہ پونجی بھی لے کر آ گئے۔ کہنے لگے:

"صدر صاحب، میرے پاس اب کوئی ذریعہ معاش تو ہے نہیں۔ اور زندگی کا بھی اب کچھ پتا نہیں، کتنے دن باقی رہ گئی ہے۔ مَیں نے تجہیز و تکفین کے اخراجات (Funeral Expenses) کے واسطے دس ہزار ڈالر جمع کر چھوڑے تھے کہ آخری وقت میں لواحقین کو پریشانی نہ ہو۔ آپ یہ ساری رقم مسجد کے لیے لے لیں اور میری وفات پر مجھے جہاں مرضی ڈال دیں مجھے اب کوئی فکر نہیں۔"

آپ کی نمازِ جنازہ کے بعد میرے بیٹے منور نے بھی اشکبار آنکھوں کے ساتھ ہچکیوں اور سسکیوں کے درمیان اپنے محسن استاد اور مربّی کے اعلیٰ کردار پر مبنی ایک واقعہ حاضرین کو سنایا جس کا مجھے پہلے علم نہیں تھا۔ پچھلے سال اکتوبر میں حضور ایدّہ اللہ تعالیٰ کی فلاڈلفیا میں آمد اور مسجد "بیت العافیت" کی تعمیر کے آخری مراحل میں اتنا کام تھا کہ کسی کو سر کھجانے کی فرصت نہ ملتی تھی۔ منور کی ڈیوٹی مسجد کی صفائی پر لگائی گئی تھی۔ وہ دو روز قبل جب فلوریڈا سے پندرہ گھنٹے کی ڈرائیو کر کے وہاں پہنچا تو کام کی نوعیت دیکھ کر سر پکڑ کر رہ گیا۔ چونکہ اس وقت تک کسی پروفیشنل کلیننگ کمپنی کو ٹھیکہ نہیں دیا گیا تھا اور تمام کے تمام خدام بھی اپنی اپنی ڈیوٹیوں میں مصروف تھے۔ اس لیے اسے کوئی مدد مہیا نہ کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ وہ اکیلے ہی کام میں جُت گیا۔ کہیں ایک آدھ گھنٹے کے لیے کسی بنچ پر ٹیک لگا لیتا پھر باتھ روموں کی صفائی شروع کر دیتا۔ تیسرے دن جب اس کی ہمت بالکل جواب دینے لگی تو اس نے سوچا کہ مکمل طور پر ڈھیر (collapse) ہونے سے بہتر ہے کہ تین چار گھنٹے کے لیے آرام کر لیا جائے مگر مسجد میں کسی ایسے گوشے کا میسر آنا ناممکن امر تھا۔ اس کی رہائش کا انتظام سیّد فضل صاحب کے گھر پر تھا۔ کسی نہ کسی طرح وہ گرتا پڑتا ان کے ہاں پہنچ گیا۔ سیّد صاحب اس وقت بہت تکلیف میں تھے۔ سارے دن کی تھکن سے ان کا جسم سوج گیا تھا اور شدید کپکپی طاری تھی۔ ان کی اہلیہ ان پر کمبل اور لحاف ڈالے جا رہی تھیں۔ منور سے پوچھا کیسے آئے ہو۔ اس نے جب اپنی تکلیف اور بے بسی کی داستان سنائی تو شدید جوش اور جذبے سے لحاف پرے پھینک کر سیدھے تن کر کھڑے ہو گئے۔ اور انتہائی جلال سے کڑک کر بولے:

"Come on young man, stand up straight" "تمہیں شرم آنی چاہیے۔ دو دن میں تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے۔ مسیحؑ کی فوج کے جوان اور اتنے ناتواں۔ سیدھے کھڑے ہو جاؤ نوجوان! مجھے دیکھو تم سے زیادہ تکلیف کے باوجود سیدھا کھڑا ہوں۔"

یہ وہ کردار تھا ایک انتہائی باغیرت اور ذمہ دار خادمِ دین کا۔

سیّدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ فلاڈلفیا کے دوران میں فرض کی ادائیگی اور ذمہ داری کا احساس اتنا قوی تھا کہ شدید بیماری اور تکلیف کے باوجود ایک لمحے کی غیر حاضری برداشت نہ کر سکتے تھے۔ جس روز حضورِ انور تشریف لا رہے تھے آپ کی ڈاکٹر کے پاس اپائنٹمنٹ تھی۔ آپ جانتے تھے اگر وہاں گیا تو وہ حالت دیکھ کر ہسپتال داخل کروا دے گا۔ اور آقا کی زیارت، صحبت اور خدمت سے محروم ہونا پڑے گا۔ اور یہ آپ کو کسی قیمت پر گوارا نہیں تھا۔ چنانچہ اسی تکلیف کی حالت میں اپنی ڈیوٹیاں بھی دیں اور حضور سے فیملی ملاقات کا شرف بھی حاصل کیا۔

سیّد فضل کی بیماری اور تکلیف کا میرے دل پر بہت اثر تھا کیونکہ مَیں نے اپنی والدہ کو اس تکلیف سے گزرتے دیکھا تھا۔ بہت قریبی گھریلو تعلقات کی بنا پر مَیں آپ کے خاندانی اور مالی حالات سے بھی واقف تھا۔ چنانچہ ایک روز مجھے آپ کے لیے بڑی عاجزی سے دعا کا موقع ملا تو مَیں نے خواب میں ایک عجیب نظارہ دیکھا:

مجھے محسوس ہوا کہ مَیں کسی بہت بڑے سبزہ زار جنگل کی ایک بَل کھاتی پہاڑی سڑک پر گاڑی چلا رہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہاں جا رہا ہوں۔ اچانک ایک موڑ کاٹتے ہی دکھائی دیتا ہے کہ آگے سڑک بند ہے اور

ایک بہت بڑا خوبصورت گیٹ سامنے ہے جس کے جاہ و جلال، شان و شوکت، کروفر اور گلیمر کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے دونوں کونوں پر شفاف بِلور شیشے (crystal) کے بنے ہوئے کلیساؤں کی طرز کے تراشے ہوئے بُرج نما مینار ہیں جو بذاتِ خود نور بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ٹھنڈی میٹھی چاندنی جیسی روشنیاں پھوٹ رہی ہیں۔ میرے دل میں ڈالا جاتا ہے کہ یہ جنت کا دروازہ ہے۔ مَیں ابھی اس نظارے کو دیکھنے میں مبہوت تھا کہ اس کے دائیں طرف نظر پڑی تو ایک عالیشان سات منزلہ عمارت دکھائی دی جس میں کسی شان دار ہوٹل کی طرح کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ ابھی اس نظارے کی شوکت و جبروت میں محو تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ فیاٹ (Fiat 500) یا منی (Mini) کمپنی جیسی ایک چھوٹی سی کار نمودار ہوتی ہے جس پر جا بجا مختلف رنگ تھونپ دیئے گئے ہیں۔ اس عظیم الشان عمارت کے اندر جانے کا بظاہر کوئی راستہ نہیں؛ لیکن یکایک وہ کار پھُدک کر اس عمارت کے اوپر چڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور تیسری یا چوتھی منزل کی کسی کھڑکی میں داخل ہو کر گم ہو جاتی ہے۔

خدا جانے اس خواب کی کیا حقیقت تھی اور اس نظارے میں کیا حکمت اور پیغام پوشیدہ تھا۔ میری یہ مجال نہیں کہ اس کی کسی تعبیر کی جسارت کروں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حضور یہی التجا ہے کہ میرے اس پیارے عزیز بھائی، سیّد فضل احمد مرحوم کو اپنے جوارِ مغفرت و رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کے اہلِ خانہ کا حافظ و ناصر اور خود کفیل ہو۔ آمین۔ جس طرح سیّد فضل ایک مثالی وجود تھا اسی طرح آپ کی اہلیہ، ہماری بہن، عزیزہ امۃ الحمید منیرہ نے بھی سالہا سال اپنے شوہر کی خدمت کا جو حق ادا کیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں بھی اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین۔

لندن کا سفر اور حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات

فائزہ نعمان، ڈیلس ٹیکس

۱۱/ اپریل بروز جمعۃ المبارک میں ڈیلس Dallas سے لگ بھگ ۹ گھنٹے کی پرواز کے بعد لندن ایئر پورٹ پہنچی۔ تمام سفر کے دوران اس خیال سے دل بے انتہا خوش تھا کہ لندن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات ہو گی۔ دل خدا کی حمد سے لبریز تھا اور دعا کی توفیق بھی ملی۔ لندن میرا پانچ دن کا قیام تھا اور یہ عرصہ ایسے تیزی سے گزر گیا جیسے کوئی خوبصورت خواب دیکھا ہو۔ اس سفر اور قیام کے دوران اتنے پیارے لوگ ملے جن کی آواز تو میرے کانوں کے لئے کچھ سالوں سے مانوس تھی مگر ان سالوں میں ان میں سے بیشتر کے ساتھ ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ یہ ایک سفر تھا۔ جس میں قرآن پاک پڑھانے والے لوگ حضور انور سے ملاقات کرنے اور ان کی ہدایات جاننے کے لیے امریکہ سے لندن گئے۔ یہ وفد کی صورت میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملے۔ بہت ہی خوبصورت لمحات دعاؤں اور اور درود شریف سے سجا ایک ایک لمحہ جب جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرنے کے لیے ہم بیت الاحسان سے مسجد بیت الفتوح پہنچے۔ ۱۱ بجے کے قریب مسجد پہنچے بہت ہی خوبصورت مسجد ہے اور سب لوگ پہلی صف میں بیٹھ کر عبادت کرنے لگے۔ نوافل پڑھنے لگے۔ کچھ دیر بعد آہستہ آہستہ مقامی لوگ بھی نماز جمعہ کے لیے آنے لگے اور مسجد میں ہجوم بڑھنے لگا۔

لوگوں کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر مجھے وہ لمحے یاد آ گئے جب ہم رمضان المبارک میں ۱۰ بجے مسجد اقصیٰ ربوہ پہنچ جاتے تھے اور درود شریف پڑھتے تھے اور انتظار کرتے تھے کہ پہلی صف میں جگہ ملے اور جب اندر ہال کا دروازہ کُھلتا تھا تو بھاگ کر پہلی صف میں کھڑے ہو جانا اور پھر لوگوں کا گھنٹوں نوافل ادا کرنا۔ نوافل کیا تھے خدا تعالیٰ کا کوئی نور تھا کہ ہر کوئی درد کے دریا میں بہتا چلا جاتا تھا کب جمعہ کے خطبہ کا وقت ہوتا تھا پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ آج تقریباً دس سال کے بعد پھر سے مسجد اقصیٰ ربوہ کا وہ نظارہ دیکھا ایسا لگا کہ یہ وہی مسجدِ اقصیٰ کی پہلی صف ہے۔ اور یہ وہی درد کا دریا ہے جو

آنسوؤں کی صورت میں بہتا چلا جاتا ہے۔ مجھے ڈاکٹر امۃ الرحمٰن صاحبہ کا شعر یاد آگیا۔ کیا خوب کہا ہے۔

ہر زمیں ربوہ ہوئی اور ہر وطن ہے قادیاں
ایک ربوہ سے کئی ربوہ بنا سکتے ہیں ہم

نماز جمعہ کے بعد ہم نے ساری مسجد بیت الفتوح دیکھی بہت ہی خوبصورت مسجد ہے۔ ہم بک سٹور پر گئے کچھ کتابیں اور الیس اللہ کی انگوٹھیاں خریدیں۔ مسجد کے دیکھنے سے فارغ ہوئے تو دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا۔ جمعہ کا دن تو بہت مبارک ہوتا ہے روحانی مائدہ کے ساتھ ساتھ لنگر بھی کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ شام کو مسجد فضل کے لیے نکلے کہ نمازِ مغرب اور عشاء حضور کے پیچھے ادا کریں گے۔ خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے کہ بے اختیار دل سے نکلتا ہے وہ رحمٰن ہے رحیم ہے۔

مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی۔ اُس خبر کو سُن کر دل پر قیامت گزر گئی تھی۔ دل کو صبر نہیں آرہا تھا اور بار بار یہ لفظ ادا ہو رہے تھے کہ حضور چلے گئے اور ہم کیسے بد نصیب ہیں کہ اُن سے ملے بھی نہیں۔ اُن کو قریب سے دیکھا بھی نہیں۔ پھر خلافت خامسہ کا انتخاب ہوا۔ دل کو صبر آگیا سکون آگیا پھر جانے کب دل سے ایک فریاد نکلی کہ اے خدا ہمیں حضور رحمہ اللہ کے مزار کی ہی زیارت نصیب کر دے وہاں جا کر دعا کی توفیق عطا فرمادے۔ اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی توفیق عطا فرمادی جو پچھلے کئی برسوں سے دل میں تھی۔ جب حضورؒ کے مزار پر دعا کر رہی تھی تو عجیب ہی کیفیت تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ اے خدا تیری کیسی شان ہے میں کہاں سے وہ زباں لاؤں کہ جس سے تیرا شکر ادا کر سکوں۔

2018ء سے قبل میں زندگی میں کسی بھی خلیفہ سے نہیں ملی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 2018ء میں امریکہ تشریف لائے تو ان سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی۔ بس ملاقات کیا تھی ایک تیز رفتار لمحہ تھا جو جھٹ سے آیا اور چلا گیا۔ کچھ سمجھ نہیں آیا۔ سمجھ بس یہ آیا کہ دل پھر سے بے چین ہے کہ اُس سراپا نُور کو جی بھر کے دیکھوں۔ یہ آرزو دل میں لیے دُعا کرتی رہی کہ اے خدا اب کی بار یہ لمحہ برق رفتار نہ ہو اتنا تو ہو کہ جی بھر کے تیرے برگزیدہ کو دیکھ سکوں۔ اور میرے ربّ کا کیسا احسان ہے کہ تعلیم القرآن ڈیپارٹمنٹ کے وفد کی حضور انور سے قریباً ایک گھنٹہ ملاقات رہی۔ لوگ تو ایک لمحہ کو ترستے ہیں ہم سب کو خدا تعالیٰ نے ایک گھنٹہ خلیفۂ وقت کی ہدایات سُننے اور اُن کو دیکھنے کا موقع دیا۔ ایسا پُر نُور چہرہ کہ دل بے اختیار کہہ اُٹھا خدا کے برگزیدہ ایسے پُر نور ہوتے ہیں تو خدا کیسا ہو گا۔

حضورِ انور سے میری علیحدہ ملاقات بھی تھی۔ ایک بہت ہی پیاری یاد کہ جب میں حضورانور سے ملنے گئی تو حضور فرماتے ہیں کہ آپ کہاں سے ہیں میں نے عرض کیا حضور ربوہ سے فرمایا کس محلّہ سے میں نے عرض کیا حضور دارالصدر وسطی سے۔ حضور بے اختیار مسکرائے اور فرمایا دارالصدر یا تو شرقی ہے یا غربی، ربوہ میں کوئی محلہ دارالصدر وسطی نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا حضور جو فضلِ عمر ہسپتال کے پیچھے ہے۔ فرمایا وہ دارالصدر شرقی ہے۔ حضور سے یہ ملاقات بہت خوبصورت رہی، ماشاء اللہ۔

پھر ہمیں جماعت کے نئے مرکز کو دیکھنے کی توفیق بھی ملی۔ اگلے دن اتوار کو جامعہ احمدیہ برطانیہ کا بھی دورہ کیا، نماز ظہر اور عصر ادا کی۔ اس کے بعد دوپہر کا کھانا کھایا جو بہت ہی مزیدار تھا اور وہیں جامعہ میں ہی تیار کیا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے احسان اور فضل کے ساتھ ہمارا یہ سفر بہت ہی بابرکت رہا۔ خدا تعالیٰ جماعت برطانیہ کو بے مثال مہمان نوازی پر بہترین جزائے خیر دے۔

خدا تعالیٰ اس بابرکت سفر کا انتظام کرنے والے تمام احباب کو جزائے خیر دے اور ہر آن اپنی رحمتوں اور برکتوں کا وارث بنائے۔ حضور انور جو ہم سے توقعات رکھتے ہیں خدا تعالیٰ اُن پر پورا اُترنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آخر میں بس اتنا ہی کہوں گی۔ ع

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
(دُرِّ ثمین صفحہ ۳۹)

مرشدی آ کے پھر زندگی بخش دے

ڈاکٹر امۃ الرحمٰن احمد، فی نِکس ایریزونا

مرشدی آ کے پھر زندگی بخش دے
روح کو جان کو تازگی بخش دے

ہر گلی پھول پتیاں بکھرنے لگیں
خوشبوؤں سے معطر مہکنے لگیں

سب کے دل سے دعائیں نکلنے لگیں
مومنوں کی نمازیں سنورنے لگیں

مرشدی آ کے پھر زندگی بخش دے
روح کو جان کو تازگی بخش دے

تو ہمارا خلیفہ ہمارا ولی
تیرے آنے سے بادِ صبا وہ چلی

اپنی دھرتی بھی لگنے لگی ہے بھلی
ہر گلی لگ رہی ہے یہ تیری گلی

مرشدی آ کے پھر زندگی بخش دے
روح کو جان کو تازگی بخش دے

موسموں کے بدلنے کی رت آ گئی
سب کو بیدار کرنے کی رت آگئی

بھائی چارہ جگانے کی رت آگئی
نصرتِ دین آنے کی رت آ گئی

مرشدی آ کے پھر زندگی بخش دے
روح کو جان کو تازگی بخش دے

اے مسیحا نفس اے خلیفہ مرے
تیرے بڑھنے سے اپنے قدم ہیں بڑھے

روح سے جان سے سب ہوئے ہیں ترے
ہم تیرے منتظر ہیں یہیں پہ کھڑے

مرشدی آ کے پھر زندگی بخش دے
روح کو جان کو تازگی بخش دے